صبر وشکر میں خیر اور بھلائی

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ! اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ ۔ [مسلم: ٦٤/ ٢٩٩٩]

’’مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے کہ اس کا ہر کام اس کے لیے بہتر ہے اور یہ خوبی مومن کے بغیر کسی میں نہیں۔ اگر اس کو خوشی میسر ہو تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ چیز بھی اس کے لیے خیر اور بھلائی کا باعث ہوتی ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اس طرح بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہوتی ہے۔‘‘

سات بڑے گناہ

(٤٨)...... عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ: اَلشِّرْكَ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرَ، وَقَتْلَ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلَ الرِّبَا، وَاَكْلَ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات مہلک گناہوں سے بچ کے رہنا: ①......اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے، ②...... جادو کرنے سے، ③......کسی جان کو ناحق مارنے سے، ④......سود کھانے سے، ⑤......یتیم کا مال کھانے سے، ⑥...... جنگ کے دن پیٹھ دے کر بھاگ جانے سے، ⑦......اور پاک دامن، ایمان دار بے خبر عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانے سے۔'' [البخاری: ٢٧٦٦۔ مسلم: ١٤٥/ ٨٩ الایمان]

کبائر کے بھی درجات ہیں: اللہ تعالیٰ کی عبادات میں شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، مثلاً: روزہ، صدقہ، خیرات اسی طرح دعا پکار میں کسی کو شریک کرنا، دکھ درد میں غیر اللہ کو پکارنا جو عبادات کے طریقے اللہ کے ساتھ خاص ہیں وہ کسی اور کے لیے بھی کرنا۔ غیر اللہ کے وظائف کرنا یہ گناہ ہرگز ہرگز معاف نہیں ہوں گے جس طرح قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴾ [النساء: ٤/ ١١٦]

''اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ کسی شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے تو وہ دور کی گمراہی میں پہنچ گیا۔''

ناحق قتل سے یہ مراد ہے کہ ①......شادی شدہ بدکار رجم کیا جائے گا۔ ②......کسی کو قتل کرنے والا قصاص میں قتل ہوگا۔ ③......مسلمان ہو کر مرتد ہو جائے تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔ جاہلیت میں زیادہ تر معمولی بات پر ایک دوسرے کو قتل کر دیتے اور بچیوں کو زندہ درگور کر دینا اسی طرح بھوک کے ڈر سے اپنی اولاد کو مار ڈالنا بھی ان کا معمول تھا۔ اللہ نے ناحق قتل سے منع فرما دیا۔

سود کھانا بھی گناہِ کبیرہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والا، کھلانے والا، لکھنے والا اور دونوں گواہ ملعون ہیں۔ [مسلم: ١٠٦/ ١٥٩٨]

نبی ﷺ نے معراج کی رات میں دیکھا کہ سود خوروں کے پیٹ بہت بڑے بڑے گھروں جیسے ہیں جن میں بڑے بڑے سانپ باہر سے نظر آ رہے ہیں۔ [ابن ماجہ: ٢٢٧٦] بلکہ حکم ہے کہ جس کو قرضہ دیا جائے اس کا تحفہ بھی قبول نہ کیا۔ [ابن ماجہ: ٢٤٣٢] اور فرمایا سود جتنا بھی زیادہ ہو اس کا انجام کمی ہی ہے۔ [ابن ماجہ: ٢٢٧٩] اور فرمایا ایک درہم سود ٣٦ دفعہ زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ [احمد: ٥/ ٢٢٥۔ دار قطنی: ٤٨]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ سب سے چھوٹے سود کا گناہ اپنی ماں سے نکاح کرنے کے برابر ہے۔ [ابن ماجہ: ٢٢٧٤۔ الصحیحۃ: ١٨٧١]

یتیم کا مال کھانا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ گویا کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔ [النساء: ٤/ ١٠] بلکہ فرمایا کہ یتیم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھے طریقے سے۔ [الاسراء: ١٧/ ٣٤] جنگ کے وقت پیٹھ دے کر بھاگ جانا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ جب دشمن کا گروہ مسلمانوں سے دوگنا ہو تو اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کر رکھا ہے اس لیے بھاگنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

پاک دامن مومن عورتوں کو تہمت لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ مسلمان لونڈی کو تہمت لگانے پر تعزیر ہے۔ ذمی عورت کو تہمت لگانا صغیرہ گناہ ہے۔ مومن پاک دامن عورت کو تہمت لگانے پر ٨٠ درّے حد لگائی جائے گی۔

فہرست

جواهر پارے	صبر وشکر		1
کلمۂ طیبه	سات بڑے گناہ	(عبدالصمد ریالوی)	2
اداریه	صدر حوصلہ کریں......	(محمد سلیم چنیوٹی)	5
معاشی مسائل	قرض کے فضائل ومسائل	(پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی)	7
مقامِ رسالت	نعت رسول ﷺ یا ہجو رسول	(عبدالجبار ایوبی)	13
مقامِ رسالت	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب	(مولانا مختار احمد ندوی)	17
سیرتِ صحابه	چند خصائص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وضاحت	(عنایت اللہ امین)	22
علمائے اهل حدیث	حافظ ابوبشر الدولابی رحمہ اللہ (۳)	(عنایت اللہ امین)	26
تبصرۂ کتب	سہ ماہی مجلہ الجامعۃ السلفیہ، اسلام آباد	(محمد اسحاق بھٹی)	31
فهرست کتب	فہرست کتب		33

عزم وتوکل کی ضرورت

﴿ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ﴾ [آلِ عمران: ۳/۱۵۹]

''اے پیغمبر ﷺ! جب کسی کام کا پختہ عزم کرلو تو اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرکے (وہ کام کر گزرو) یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

توکل کا انجام

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا.

[ترمذی: ۲۳۲٤۔ النسائی فی الکبریٰ: ۱۰۵۸٦۔ ابن ماجه: ٤۱٦٤]

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسے اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے صبح سویرے خالی پیٹ گھر سے نکلتے ہیں مگر جب لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔''

مصیبت زدہ کی دعا

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ .

[ابوداؤد: ۵۰۹۰]

''اے اللہ! میں تری رحمت پر امید رکھتا ہوں تو مجھے ایک لحہ میری جان کے سپرد نہ کرنا اور میرا ہر کام درست کردے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔''

06 تا 12 جون 2008ء......(796)......01 جمادی الثانی 1429ھ

صدر حوصلہ کریں......

اداریــــــــہ محمد سلیم چنیوٹی

وطن عزیز اپنی عمر عزیز کے ساٹھ سال میں اب تک چار فوجی جرنیلوں کا اقتدار دیکھ چکا ہے۔ ان چاروں جرنیلوں میں سے دو جرنیل تہمتِ آمریت کے باوجود دوسرے دو جرنیلوں سے نسبتاً بہتر سوچ اور قومی ہم آہنگی کا قدرے احساس کرتے رہے۔ قوم کی عزت وآبرو، اقتصادی بہتری، عوام کی خدمت اور وطن کے استحکام کے لیے انھوں نے کچھ نہ کچھ کر کے دکھایا۔ پرانے بزرگوں کی زبانی آج تک یہی سننے میں آیا ہے کہ پہلے فوجی حکمران جنرل محمد ایوب خان کے دور میں مہنگائی کو مضبوط قانون سے لگام دی گئی تھی کہ جب چینی کی قیمت معمولی بڑھی تو پورے ملک میں شور بپا ہو گیا تھا اور عوامی غیظ وغضب بڑھنے پر اُس وقت کے گورنر نواب آف کالاباغ ملک امیر محمد خان مرحوم نے ایکشن لیا تھا اور اس طرح دیگر اشیائے خورونوش کی قیمتیں بڑھنے نہ پائی تھیں۔ صنعتوں کا جال بچھا کر قوم کو خوش حالی سے ہم کنار کرنا چاہتے تھے۔ (یادرہے کہ لاہور مریدکے کے مابین صنعتیں اُسی دور کی یادگار ہیں۔) من حیث المجموع دورِ ایوبی کو جنرل محمد ایوب خاں جس کے عینی شاہد اب تک زندہ اور اس پر گواہ ہیں، قانون کی بالادستی اور امن کا ایک اچھا دور کہا گیا ہے۔

دوسرے فوجی جرنیل جنھوں نے ملکی استحکام وسلامتی اور مہنگائی پر کنٹرول کرنے کی اچھی مثال قائم کی اور ان کا دورِ حکمرانی وطن عزیز کے علاوہ مسلم امہ کے مفادات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار ہے، وہ جنرل محمد ضیاء الحق ہیں جن کو طول اقتدار کا خواہش مند بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم ان کے دور میں بھی مہنگائی کے دیو کو بوتل میں بند رکھا گیا۔ نیز تاریخ انھیں ایران عراق کی جنگ بندی کا ہیرو بھی کہتی ہے اور مسلم افغانستان سے روسی ریچھ کو روکنے والا جری بھی اور اس کو واپسی پر مجبور کرنے والا مدبر بھی۔ ہماری یادداشت کے مطابق ان کے دور میں کوئی ایسی ناگہانی آفت زلزلہ یا کوئی سیلاب وغیرہ نہیں آیا۔ ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد اس کی بڑھوتی اور حفاظت کی عظیم ذمہ داری بھی اس جرنیل نے خوب نبھائی۔ ملک کو ایٹمی صلاحیت سے ہم کنار کرنے والے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف عالمی عدالت میں قائم مقدمہ اسی دور میں لڑا گیا اور کامیابی سے سرفراز ہو کر قوم کو خوش خبری سنائی گئی۔ کہوٹہ ریسرچ لیبارٹری کا نام بدل کر محسن پاکستان کے نام پر رکھا گیا اور اس لیبارٹری کو لوگ اب ڈاکٹر عبدالقدیر ریسرچ لیبارٹری کے نام سے جانتے ہیں۔

جنرل محمد ایوب خان مرحوم کے بعد جنرل یحییٰ خان برسر اقتدار آئے ان کی چمن وطن میں بکھری رنگین داستانیں تاریخ کا وہ حصہ بن چکی ہیں جن کو پڑھتے ہوئے گھن آتی ہے۔ تاہم سقوطِ مشرقی پاکستان کا سانحہ اُنھی کے دورِ نامقبول میں ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سے پہلے سب حکمرانوں کی مشرقی پاکستان سے روا رکھی گئی زیادتیوں سے یہ سانحہ رونما ہوا ؎ سانحہ یک دم رونما نہیں ہوتا برسوں ہوتی ہے پرورش اس کی

اس سانحے نے وطن کی بنیادیں ہلا دیں۔ ۹۰ ہزار فوجی جوان بھارت کے اسیر ہوئے جنھیں بعد میں جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے رہا کروایا۔ جنرل یحییٰ کا دور اخلاقی اعتبار سے ایسا نامسعود تھا کہ اس کے لکھنے ہی سے قلم شرمسار ہو جاتا ہے۔ شفاف الیکشن انہی کے دور میں ہوا اور اسی طرح مہنگائی، بے گناہ شہریوں پر ظلم وستم اور افراد کے غائب کیے جانے جیسے کریہہ واقعات سے ان کا دور مبرا تھا۔

جناب بھٹو مرحوم کی حکومت ...... ہر حکومت کی طرح ...... اچھائیوں اور برائیوں کا مجموعہ تھی جن کی اچھائیوں میں سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا ایک روشن اور بابرکت اچھائی تھی، اسی طرح شراب وجوئے پر ...... ظاہری ...... پابندی اور جمعۃ المبارک کی تعطیل بھی اسی دور کی یادگار تھیں۔ بعد ازاں انہی کے مقرر کردہ آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے اُن کو معزول اور گرفتار کر کے عنانِ اقتدار خود سنبھال لی۔ جو اپنی پہلی تقریر کے مطابق ۹۰ دنوں کے لیے آئے تھے لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے نفاذِ اسلام کی تمنا ان کے دل میں نمو پاتی رہی جس کو وہ ''بگلے کی آنکھ میں موم پگھلانے'' کے مصداق نہ بگلا اندھا کر سکے

اور نہ ہی اسلام نافذ کر سکے، کہ اسلام عملی انقلاب سے یعنی آرڈر سے نافذ ہوتا ہے، دعووں، منصوبوں اور مصلحتوں سے نہیں۔ تاہم ان کے دور میں بنیادی اشیائے ضرورت کے نرخ کنٹرول میں رہے۔ ان کے دور کی سب سے بڑی مبینہ خرابی جمہوریت کا اغوا تھی اور جوں ہی یہ ''مغویہ'' برآمد ہوئی تو اس کے حسن ماہتاب کے ایک ہی لشکارے سے معاہدہ جنیوا وجود میں آ گیا اور جنرل مرحوم کی آٹھ سالہ محنت اکارت ہوگئی جو وہ نعرۂ مستانہ لگا کر روس سے ٹکرا گئے تھے اور اس کو ایسے ناکوں چنے چبوائے کہ وہ واپس ہونے پر مجبور ہوگیا۔ تا آنکہ وہ ۱۹۸۸ء میں ایک ایسے حادثے کی نذر ہوگئے جس کا سراغ نہ اب تک لگ سکا اور نہ ہی لگ سکے گا۔ اس حادثے کے بعد ضیاء دور کی آمریت کے مثبت اثرات ختم ہوتے ۱۲ برس لگ گئے۔ تا آنکہ ہمارے مہربان......انکل سام ......کو اپنی ڈھب کا ایک ''دانائے راز'' مل گیا جس نے فضا سے آتے ہی منتخب وزیراعظم کو پہلے جیل، بعدازاں ملک بدر کر دیا۔ قومی حکومت کے ساتھ ساتھ صوبائی حکومتوں کو بھی فارغ کر دیا گیا۔ اور مشرقی رواداری کے برعکس ان کے بوڑھے والدین کو خاندان کے دیگر افراد وخواتین سمیت دوسرے ملک سعودی عرب روانہ کر دیا۔

فضائی حکمران جنرل پرویز کے دورِ نامشرف میں ۱۱/۹ کا واقعہ ایک منصوبے کے ساتھ برپا کیا گیا۔ جس کے بہانے امریکا نے افغانستان میں فوجیں اتار دیں اور ہمارے جنرل امریکا کی ایک ہی بڑھک سے ڈھیر ہوگئے اور انھی کے دورِ حکومت میں ایک بڑی ناگہانی آفت زلزلے کی صورت میں ہم پر من جانب اللہ نازل ہوئی اور جس کی ہلاکتوں سے ایک وسیع علاقے میں بربادی ہوئی۔ ارشادِ ربانی کے مطابق

﴿ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ﴾ ''کہ خشکی وتری میں فساد لوگوں کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے۔''

امریکا کا طوقِ غلامی اسی دور کی یادگار ہے، لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا سانحہ بھی اسی بدقسمت دور کی تلخ یاد ہے۔ ضیاء کے دورِ حکومت نے مسلم امہ میں جہاد کا بگل بجا دیا تھا۔ ہمارے جمہوریت گزیدہ سیاست دان تو اب تک ضیاء دور میں جمہوریت کی گمشدگی کا رونا رو رہے ہیں۔ لیکن دنیائے کفران کے ناقوس جہاد سے اب تک لرزاں وترساں ہے۔ اس غلامی کے نتیجے میں مسلمانوں کے جذبۂ جہاد پر کڑا وقت آیا۔ مجاہدین اور ان کے ہمدردوں کو ڈالروں کے عوض امریکی ہاتھوں میں بیچ دیا گیا۔ جس کا اعتراف ''سب سے پہلے پاکستان'' نامی کتاب میں کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح ملکی سالمیت اور سرحدوں کے بلا تنخواہ مخلص رکھوالوں اور دینی اقدار کے پابند بہادر وجری قبائلیوں کو امریکا نے اپنے نشانے پر رکھ لیا۔

اسی دور میں اسامہ بن لادن نامی ہیولے کی تلاش میں ہمارے......اس وقت کے جنرل اور حالیہ......صدر پاکستان پرویز مشرف نے فدویانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر دیں، جس سے امریکا کو پاکستان میں دخل اندازی اور افغانستان میں کشت وخون کا موقع مل گیا۔ طالبان کی حکومت ختم کر کے امریکا نے وہاں اپنی ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کی اور پاکستانیوں سمیت بے شمار مسلمانوں کو اپنی نگرانی میں قائم شدہ کیوبا کی بدنام زمانہ جیل گوانتاناموبے میں بند کیا اور ظلم وجور کی ایک بدترین تاریخ رقم کر دی۔ پھر اس کے بعد جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے حادثے میں قرآنِ کریم پڑھتی معصوم اور عفت مآب بیٹیوں پر اس طرح کے مظالم کیے گئے کہ شاید ہلاکو وچنگیز خان کی روحیں بھی کانپ اٹھی ہوں گی۔

اس وقت کے حاضر سروس (اور فی الوقت (ریٹائرڈ)) جنرل نے بحرانوں کے بیچ میں عدالت عظمیٰ کے سربراہ سے بندوق کی نوک پر استعفیٰ طلب کیا۔ ان کے انکار پر جب ان کو غیر متحرک کیا گیا تو ان کی ہم نوائی میں ان کے دیگر رفقاء بھی عدالتوں سے الگ ہوگئے، پھر ان سب ججوں کو نظر بند بھی رکھا گیا اور ترغیب وترہیب کے ہتھکنڈے بھی آزمائے گئے لیکن ان ججوں نے اپنے موقف کو حق جانا اور وکلاء برادری نے ان کی تائید کی اور دنیا بھر کے قانون سے آشنا طبقوں نے ان کے موقف کو درست تسلیم کیا۔ پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

والا معاملہ ہے کہ ریٹائرڈ جنرل پرویز مشرف کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ باقی تو ساری دنیا ججوں، وکلا اور عوام کے موقف کو جان چکی اور صحیح تسلیم کر چکی ہے۔ البتہ صدر صاحب سے مفادات کی کھونٹی سے بندھے چند لوگ ہی ان کی تائید کر رہے ہیں۔ مگر وہ بھی خوفِ خلق خدا سے اُن کے موقف کی تردید کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ بات شروع یہاں سے کی گئی تھی کہ موجودہ صدر اور سابق جنرلوں کے ادوار میں بحرانوں کی بھرمار رہی اور اس وقت تک ملک مخدوش ترین حالات میں ہے۔ اگر جناب صدر حوصلہ کر کے ایک استعفیٰ دے دیں تو شاید مزید بحرانوں سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا ہو ہی جائے۔

قرض کے فضائل ومسائل

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ

قرض کا مفہوم:

قرض کے لغوی معنی ''کاٹنے یا کسی جگہ سے گزرنے'' کے ہیں۔ شرعی معنی یہ ہیں ''کہ کسی کو اپنے مال یا چیز کا اس شرط پر مالک بنانا، کہ وہ اس کے مثل واپس کرے۔''

قرض کی وجہ تسمیہ یہ ہے، کہ مال والا اپنے مال کے ایک حصہ کو کاٹ کر دوسرے شخص کو اس کا مالک بناتا ہے۔قرض کا ایک نام (سلف) بھی ہے۔البتہ (سلف) سے بسا اوقات (بیع السلم) مراد ہوتی ہے۔

قرض کی شرعی حیثیت:

قرض لینے کے متعلق متعدد اور بظاہر متعارض روایات ہیں۔اس بارے میں خلاصہ یہ ہے، کہ عام حالات میں قرض لینا ناپسندیدہ کام ہے، البتہ جب درج ذیل شرائط موجود ہوں، تو پھر قرض لینے میں حرج نہیں:

① ......قرض لینے کا جائز اور معقول سبب

② ......ادائیگی کا پختہ اور سچا ارادہ

③ ......مستقبل میں ادائیگی کے امکانات

قرض کا دائرہ:

قرض کا دائرہ بہت وسیع ہے۔نقدی، ماپ اور وزن کی جانے والی چیزیں، حیوانات، غرضیکہ ہر وہ چیز بطور قرض لی جاسکتی ہے، جس کی ہبہ وغیرہ کے ذریعہ ملکیت حاصل ہوسکتی ہو۔

قرض دینے کی ترغیب:

قرآن وسنت کے متعدد عمومی دلائل سے قرض دینے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔قرض دینے کے اجر وثواب کے متعلق احادیث شریفہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ا......صدقہ کے نصف ثواب کے برابر ہونا

ب......صدقہ کے ثواب کے برابر ہونا

ج......صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض کا اٹھارہ گنا ہونا

د...... ادائیگی کے مقررہ وقت سے پہلے ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ہونا

ہ......ادائیگی کے مقررہ وقت کے بعد ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کے ثواب سے دگنا ثواب ہونا

و......سونا یا چاندی کے قرض دینے کا ثواب، گردن آزاد کرنے کا کے ثواب کے برابر ہونا

قرض دینے کے ثواب میں مذکورہ بالا تفاوت قرض دینے والوں کی نیتوں میں اختلاف، ان کے مقروضوں کے ساتھ معاملہ میں تفاوت اور مقروضوں کی ضرورت کی نوعیت میں باہمی فرق وغیرہ اسباب کی بنا پر ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مقروض کے ساتھ حسن معاملہ کی تلقین:

اسلامی شریعت میں مقروض کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرض خواہوں کو مطالبہ میں ناجائز طریقے اختیار کرنے سے بچنے کا حکم دیا ہے اور قرض کے تقاضے میں آسانی کرنے کے درج ذیل فوائد اور برکات بیان فرما کر اس کی پرزور ترغیب دی ہے:

ا......بہترین مومنوں کی ایک صفت

ب......حصولِ آسانی کی چابی

ج......رحمت الٰہیہ کے حصول کا ایک سبب

ہ......دخول جنت کا ایک سبب

اللہ عزوجل نے تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کا حکم اور اس کا قرض معاف کرنے کی ترغیب دی ہے۔ نادار مقروض کے ساتھ آسانی کرنے کے ثمرات و برکات، جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا......دعاؤں کی قبولیت

ب......مصیبت سے نجات

ج......روزِ محشر کی مصیبتوں سے نجات

د......سایہ عرش کا پانا

ہ......سب سے پہلے سایہ عرش پانے والوں میں شمولیت

و......گناہوں کی معافی

ز......جنت میں داخلہ

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تنگ دست اور نادار مقروضوں سے انتہائی ہمدردانہ اور مشفقانہ رویہ اختیار کرتے۔ ایک صحابی نے اپنے مقروض کا آدھا قرض معاف کر دیا۔

دوسرے نے قرض کو مکمل معافی یا ادائیگی میں آسانی، دونوں میں سے ایک کے چناؤ کا اپنے مقروض کو اختیار دیا۔

تیسرے نے اپنے مقروض کو قرض کا اقرار نامہ واپس کرتے ہوئے قرض کی پوری رقم سے دست بردار ہونے کی خبر دی۔

اور چوتھے نے قرض کے اقرار نامہ کو اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیا۔

رضی اللہ عنھم وأرضاھم

ادائیگی قرض کی تلقین:

مقروض کے پاس قرض ایک امانت ہے اور اللہ عزوجل نے امانتوں کا ان کے حق داروں کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ادائیگی قرض کے سچے ارادے اور عمدگی سے ادا کرنے کے فوائد و برکات بیان فرما کر قرض کی واپسی کی زوردار ترغیب دی ہے:

ا......اللہ تعالیٰ کا قرض کو ادا کروا دینا۔ اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے امت کو بنی اسرائیل کے ایک شخص کے واقعہ کی خبر دی۔

ب......اللہ تعالیٰ کی مدد کا حاصل ہونا

ج......اللہ تعالیٰ کی طرف سے محافظ کا ملنا

د......رزق کا میسر آنا

ہ......ادائیگی میں بہترین ہونے سے بہترین لوگوں میں شامل ہونے کی خوش خبری

و......ادائیگی میں آسانی کرنے والوں سے محبت الٰہی

ایک اشکال کا حل:

افراطِ زر کی بنا پر قرض میں دی ہوئی رقم کی قوت خرید میں کمی کی تلافی کے لیے قرض خواہ کو اصل سے زیادہ رقم کا مستحق ٹھہرانا ناجائز ہے، کیوں کہ یہ اضافہ سود ہے۔ قرض خواہ درج ذیل دو باتوں میں سے ایک اختیار کرے:

ا......رضائے الٰہی کی خاطر اس کمی کو برداشت کرے۔

ب......قرض ہی نہ دے، کیوں کہ عام طور پر قرض کا دینا مستحب اور سود سے بچنا فرض ہے۔

ادائیگی قرض میں اسوۂ حسنہ:

نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں امت کے لیے بہترین نمونہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ ادائیگی قرض کے لیے قبل از وقت تیاری کرتے۔ قرض دار کے درشت لہجہ میں تقاضے کو برداشت فرماتے اور ادائیگی کرتے وقت، اپنی خوشی سے، بغیر کسی سابقہ شرط یا اشارہ کے، واجب الذمہ چیز یا رقم سے زیادہ یا بہتر واپس فرماتے۔

ادائیگی قرض کروانے والی دعاؤں کی تعلیم:

ادائیگی قرض کے لیے نبی کریم ﷺ کے شدید اہتمام کو نمایاں کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے، کہ آنحضرت ﷺ ادائیگی قرض کروانے والی دعاؤں کی امت کو تعلیم دیتے۔

قرض کی عدم ادائیگی اور تاخیر سے اخلاقی طور پر روکنا:

مقروضوں کو قرض کی عدم ادائیگی اور تاخیر سے اخلاقی طور پر روکنے والی باتوں میں چند ایک درج ذیل ہیں:

ا......عدم ادائیگی اور اس میں تاخیر، دونوں کا ظلم ہونا

ب......قرض کی ادائیگی میں بدنیتی پر اللہ تعالیٰ کا برباد کرنا

ج......عدم ادائیگی کے آخرت میں سنگین اثرات

① ...... روزِ قیامت بطور چور پیشی، ② ...... اپنی نیکیوں سے محرومی، ③......شہادت کے باوجود قرض کا معاف نہ ہونا، ④......دخولِ جنت میں رکاوٹ۔

قرض کی واپسی کے لیے قانونی اقدامات:

ادائیگی قرض کی تلقین وترغیب کے ساتھ اسلامی شریعت میں اس مقصد کی خاطر قانونی اقدامات بھی کیے گئے ہیں۔ان اقدامات میں سے کچھ مقروض پر شخصی اثرات والے اور کچھ مالی اثرات والے ہیں۔

①......قرض کی تاخیر کی صورت میں شخصی اثرات والے قانونی اقدامات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا......مقروض کا فاسق قرار پانا اور اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ٹھہرایا جانا۔

ب......اس کی عزت کا مباح ہونا۔موجودہ دور میں شاید یہ بات بھی درست ہو، کہ جدید ذرائع ابلاغ (**Media**) میں اس کے نادہندہ ہونے کا اعلان کیا جائے۔

ج...... اس کو قید میں ڈالا جائے۔ تنگ دست مقروض کو عدم ادائیگی کی صورت میں قید میں ڈالنے کے متعلق علماء کی دو آراء ہیں۔شاید کہ راجح یہ ہے، کہ ایسی صورت میں اس کو قید میں نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

د......مقروض کے سفر کی بنا پر قرض خواہ کی حق تلفی کے اندیشہ کی صورت میں قرض خواہ اس کو سفر سے رکوانے کا حق رکھتا ہے۔

②......تاخیر کرنے والے مقروض پر مالی اثرات والے قانونی اقدامات میں سے بعض کا تعلق اس کی زندگی تک ہے، اور بعض کے اثرات اس کی زندگی کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔

❀......مقروض کی زندگی میں مالی اثرات والے قانونی تین اقدامات درج ذیل ہیں:

ا.....قرض خواہ کا مفلس کے پاس اپنے موجود مال کا زیادہ مستحق ہونا

ب......رہن شدہ چیز کی فروختگی

ج......نادہندہ مقروض کی اپنے مال کے حق استعمال سے محرومی

❀......مقروض کی وفات کے بعد مالی اثرات والے دو قانونی اقدامات درج ذیل ہیں:

ا......وصیت پر ادائیگی قرض کے بعد عمل ہونا

ب......تقسیم وراثت کا ادائیگی قرض کے بعد ہونا

ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کے لیے بعض تدبیریں:

اسلامی شریعت میں قرض کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے متعدد تدبیروں میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا.....ضامن کا تقرر، جو قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرے۔ ضامن کا تقرر قرض لیتے وقت، قرض لینے کے بعد مقروض کی زندگی میں اور اس کی وفات کے بعد ہوسکتا ہے۔

ب...... حوالہ قرض، کہ قرض کو ایک شخص کی ذمہ داری سے دوسرے شخص کی ذمہ داری میں منتقل کر دیا جائے۔

نادار مقروض کی اعانت:

مقروض کی کوشش کے باوجود، قرض ادا نہ کر پانے کی صورت میں، قرض خواہ کو حسن معاملہ اور قرض کی کلی یا جزوی معافی کی ترغیب وتلقین کے ساتھ ساتھ درج ذیل لوگوں کو اس کی اعانت کی تلقین کی گئی ہے:

ا......اسلامی معاشرہ زکوٰۃ اور دیگر صدقات وخیرات سے قرض کی ادائیگی میں اعانت کرے۔

ب......نادار میت کے اقارب اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے توجہ کریں۔

ج...... نادار شخص کے قرض کی ادائیگی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، البتہ اس ذمہ داری کے ثبوت کے لیے درج ذیل تین شرائط کا ہونا ضروری ہے:

① ......قرض لینے کا جائز اور معقول سبب

② ......ادائیگی قرض کے لیے مقروض کی تا حد استطاعت کوشش

③ ......بیت المال میں مال کی موجودگی

ادائیگی قرض میں تاخیر پر تجویز کردہ دو سزاؤں کی شرعی حیثیت:

پہلی تجویز: مقروض پر جرمانہ عائد کیا جائے، البتہ سود کے شبہ کی بنا پر یہ رقم خیراتی کاموں میں صرف کی جائے۔

تبصرہ:

① ......سود لینے کی طرح، اس کا دینا بھی حرام ہے۔ حرام کام کرنے کا کسی کو پابند کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟

② ......قرض کی واپسی کی شرعی تدبیروں پر عمل کا کما حقہ اہتمام کیا جائے، اس سے ادائیگی قرض کے امکانات میں توفیق الٰہی کے ساتھ بہت اضافہ ہوگا۔

③ ......اپنی طرف سے نئی سزائیں تجویز کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

دوسری تجویز: قرض کی ادائیگی میں تاخیر کے بقدر مقروض کو قرض دینے کا پابند کیا جائے۔

تبصرہ:

① ......کتاب وسنت میں، میرے محدود علم کے مطابق، ایسی سزا کا وجود نہیں۔

② ......اس طرح قرض خواہ، قرض کے علاوہ، ایک اور اضافی فائدہ حاصل کرے گا، جو سود کے زمرہ میں شامل ہے۔

قرض کے ساتھ کوئی اور شرط لگانا:

بسا اوقات قرض کے ساتھ کوئی اور شرط لگا دی جاتی ہے، یا اس کے بعد کسی خاص نوعیت کا طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کی سات شکلیں درج ذیل ہیں:

ا...... قرض کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کیا جائے۔ ایسا کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں اس صورت میں عام طور پر مقروض سے خرید وفروخت کے معاملہ کے پردہ میں قرض سے زیادہ رقم یا چیز لی جاتی ہے۔

ب......قرض کے ساتھ کرایہ کا معاملہ کرنا۔ یہ بھی سابقہ معاملوں کی طرح ناجائز ہے۔

ج......قرض میں دی ہوئی چیز یا رقم سے اعلیٰ یا زیادہ کی واپسی کی شرط عائد کرنا۔ ایسی شرط عائد کرنا حرام ہے، کیوں کہ قرض کے بدلہ میں حاصل ہونے والا فائدہ یا نفع سود کے زمرہ میں داخل ہے۔

د...... مقروض پر قرض دینے کی شرط لگانا۔ ایسا کرنا بھی ناجائز ہے، کیوں کہ دیئے ہوئے قرض کا شرعی بدل صرف اس قرض کی واپسی ہے۔ مقروض کی طرف سے قرض دینے والے کو ایک نیا قرضہ دینے کی شرط، اصل قرض پر اضافہ ہے، جو شرعاً درست نہیں۔

ہ...... دوسرے شہر میں قرض کی واپسی کی شرط عائد کرنا۔ اگر اس میں صرف مقروض یا مقروض اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہو، تو اس شرط میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس میں صرف قرض خواہ کا فائدہ ہو، تو اس شرط کا لگانا ناجائز ہوگا، کیوں کہ قرض خواہ کے لیے اپنے قرض کے مثل کے علاوہ کوئی اور فائدہ بوجہ قرض حاصل کرنا حرام ہے۔

و...... مقروض کا قرض خواہ کو ہدیہ دینا درست نہیں۔ اگر دونوں میں پہلے سے ہدیہ لینے دینے کا دستور تھا، تو اس کے مطابق لینے دینے میں کچھ حرج نہیں، البتہ لیے ہوئے قرض کی بنا پر مقروض کا ہدیہ دینا حرام ہے۔

ز...... مقروض سے کسی قسم کی خدمت یا مہمانی لینا درست نہیں۔

قرض کی زکوٰۃ:

ا......**مقروض پر زکوٰۃ:** علمائے امت نے اموال کو اموال ظاہرہ اور باطنہ میں تقسیم کیا ہے۔ اور عام علماء کے نزدیک اموال

باطنہ جیسے نقدی، سونا چاندی اور سامانِ تجارت والے مقروض پر قرض کی زکوٰۃ نہیں۔

بعض علماء کے نزدیک اموال ظاہرہ (جیسے چوپائے، غلہ، پھل وغیرہ) والے مقروض پر قرض کی زکوٰۃ ہے۔ بعض علماء کی رائے میں اس پر قرض کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ راجح بات یہ ہے، کہ کسی بھی مقروض پر اس کے پاس موجود قرض کی رقم پر زکوٰۃ نہیں، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ اس کے مقروض ہونے کا دعویٰ درست ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ب......**قرض دینے والے پر زکوٰۃ:** قرض دینے والے پر زکوٰۃ واجب ہونے کے بارے میں علمائے امت کی مختلف آراء ہیں اور شاید ان میں سے راجح یہ ہے، کہ

① ......اگر مقروض اپنے ذمہ قرض کا اعتراف کرے اور اس میں قرض کی واپسی کی استطاعت ہو، تو قرض دینے والا اس قرض کی اپنے دیگر مال کے ساتھ ملا کر، یا تنہا نصاب کو پہنچنے پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرے۔

② ......اگر قرض کسی نادار، یا قرض کے اپنے ذمہ ہونے سے انکار کرنے والے یا ٹال مٹول کرنے والے شخص پر ہو، تو قرض دینے والا اس قرض کی وصولی والے سال صرف ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بنک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت:

ا......ان کی تین اقسام ہیں:

① ......اپنے اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے کا کارڈ **(Debit Card)**

② ......چارج کارڈ **(Charge Card)**

③ ......قرض کارڈ **(Credit Card)**

ب......ان کی شرعی حیثیت:

① ......پہلی قسم کے کارڈ میں نہ تو قرض کا معاملہ ہے، اور نہ اس میں سود ہی ہے۔

② ......(ا۔ دوسری قسم کے کارڈ میں مقررہ مدت کے بعد ادائیگی کی صورت میں سود دینا پڑتا ہے۔

ب...... بنک خریداری کے بلوں کی رقم سے مخصوص شرح پر کٹوتی کر کے تجارتی اداروں کو رقم ادا کرتا ہے۔ اس کٹوتی کا سبب یہ ہے، کہ بنک بلوں کی فوراً ادائیگی کرتا ہے، اور کارڈ والے سے کچھ مدت بعد رقم وصول کرتا ہے۔ رقم کی وصولی اور ادائیگی میں مدت میں اختلاف کی بنا پر کٹوتی سود کے زمرہ میں شامل ہے۔

ج......اس کارڈ والے عام طور پر مقررہ مدت میں واجب الذمہ رقوم ادا نہیں کر پاتے۔ اس طرح مقررہ مدت کے بعد ادائیگی کی صورت میں، یہ کارڈ سودی لین دین کا سبب بنتا ہے۔

③ ......کارڈ کی تیسری قسم میں مذکورہ بالا تینوں خرابیاں حتمی طور پر موجود ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ اوّل تا آخر ناجائز کے زمرہ میں شامل ہے۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے راقم السطور اپیل کرتا ہے:

ا......امت کے مال داروں سے، کہ وہ:

① ......ضرورت مند لوگوں کو قرض دیں۔

② ......قرض کی واپسی کے تقاضا میں نرمی اور آسانی اختیار کریں۔

③ ......تنگدست اور نادار مقروضوں کو مہلت دیں، ممکن ہو تو ان کے ذمہ قرض کو کلی یا جزوی طور پر معاف کر دیں۔

④ ......قرض کے ساتھ کوئی دوسرا معاملہ جیسے خرید وفروخت کا معاملہ، کرایہ پر لین دین کا معاملہ، مقروض سے کسی خدمت کے لینے کا معاملہ نہ کریں، اور نہ ہی قرض کے ساتھ کوئی ایسی شرط عائد کریں، کہ اس کے ذریعہ دیئے ہوئے قرض کے علاوہ کوئی اور چیز یا فائدہ مقروض سے حاصل ہو۔

⑤ ......بطور قرض اپنے دیئے ہوئے مالوں کی زکوٰۃ خود ادا کریں۔

ب......امت کے عام لوگوں سے، کہ وہ:

① ......قرض لینے سے حتی الامکان احتراز کریں۔

② ......شدید جائز ضرورت کی صورت میں قرض لینے پر ادائیگی قرض کے لیے تا حد استطاعت کوشش کریں اور اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی بتلائی ہوئی دعاؤں کے ذریعہ ربّ کریم سے خوب

التجائیں کریں۔

ج...... ضامن حضرات اور قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے والے لوگوں سے، کہ: ضامن عدم ادائیگی کی صورت میں اپنی ذمہ داری پوری کریں اور قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے والے قرض ادا کریں۔

د...... اسلامی معاشرہ کے لوگوں سے، کہ وہ: قرض کی ادائیگی سے عاجز اور نادار مقروضوں کے لیے دست تعاون بڑھائیں۔ زکوٰۃ وصدقات سے ان کی مدد کریں۔

ہ...... مقروض کے اقارب سے، کہ وہ: قرض کی ادائیگی کیے بغیر فوت ہونے والے قرابت دار شخص کی طرف سے قرض ادا کریں، تاکہ اس کے لیے آخرت میں آسانی ہو۔

و...... اسلامی حکومت سے، کہ وہ:

① ...... مال دار مقروضوں سے قرض واپس کروانے کے لیے اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

② ...... ان کی باز پرس کرے۔

③ ...... انھیں قید کرے۔

④ ...... ان کے سفر پر پابندی عائد کرے۔

⑤ ...... انھیں اپنے مال کے استعمال سے روک دے۔

⑥ ...... رہن شدہ چیز کو فروخت کروا کر قرض دینے والے کا حق دلائے۔

⑦ ...... مفلس کے ہاں قرض خواہ کا موجود مال اس کو واپس کروائے۔

⑧ ...... ضامن کو ادائیگی قرض کا پابند کرے۔ قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے والے کو ادائیگی پر مجبور کرے۔

⑨ ...... میت کی وصیت پر عمل اور اس کے ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی کروائے۔

⑩ ...... بیت المال میں مال کی موجودگی کی صورت میں ایسے نادار اور تنگ دست مقروضوں کا قرض ادا کرے، جنھوں نے معقول اور جائز مقاصد کے لیے قرض لیا ہو اور وہ تا حد استطاعت کوشش کے باوجود قرض ادا نہ کر پائے ہوں۔

ز...... اہل علم اور طلبہ سے، کہ وہ: امت کو قرض کے فضائل و مسائل سے آگاہ کریں اور اس بارے میں ہر گروہ کو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی مسلسل تلقین کرتے رہیں۔

ربّ غنی وکریم سے عاجزانہ التجا ہے، کہ ہم سب کو، ہمارے بہن بھائیوں اور اہل وعیال کو اپنی رحمت سے قرض لینے سے بے نیاز فرما دیں۔ قرض دینے والوں میں شامل فرما دیں اور مقروضوں سے بہترین معاملہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ **انه سميع مجيب**

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه نبينا محمد وعلى آله وأصحابه وأتباعه وبارك وسلم.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين



نعت رسول ﷺ یا ہجو رسول

عبدالجبار ایوبی

نعت کے معنی کسی کی صفت یا تعریف کرنے کے ہیں ہمارے ہاں عرفِ عام میں نعت سے مراد نبی پاک ﷺ کی تعریف کے لیے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ کی نعت بیان کرنا باعث اجر وثواب ہے جو شخص نبی ﷺ کی نعت کا منکر ہے وہ بلا شک وشبہ لعنتی اور گستاخِ رسول ہے۔ قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر آپ ﷺ کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' الخ [البقرۃ:۱۱۹]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہو۔'' [الاحزاب:۵٦]

ہر مومن نبی ﷺ کا دل وجان سے احترام کرتا ہے، اور کیوں نہ کرے وہ ذات روئے زمین کی تمام چیزوں سے بڑھ کر افضل ومقدم ہے۔ قرآنِ مجید اس بات کی گواہی دے رہا ہے:

﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم﴾ [الاحزاب:٦]

''نبی ﷺ زیادہ مقدم ہیں اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر۔''

اسی طرح حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مال، ماں باپ اور اولاد سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگو۔'' [کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، رقم الحدیث: ١٤ صحیح بخاری]

ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں سوائے میری اپنی جان کے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر واللہ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا۔ [صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی، رقم الحدیث: ٦٦٣٢١]

اگر ایک صحابی رسول کا ایمان نامکمل یا ناقص ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے کہ اس کا شمار کس زمرے میں ہوگا؟

نبی ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور اس کا اظہار اشعار یا نعت کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان اشعار میں شرک کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے، بلکہ وہ اشعار استعمال کرنے چاہئیں جس کی اجازت نبی ﷺ نے خود دی، تاریخ سے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کی بچیوں نے آپ ﷺ کا استقبال کچھ یوں کیا:

اشرق البدر علینا — من ثینات الوداع
ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب — چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا

وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے   شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا

ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی   بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

حضرت حسان بن ثابت نے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

یا بکر امنة المبارك ذكره   ولادتك محصنة بسعد الاسعد

''اے حضرت آمنہ کے پہلے بچے! بابرکت ہے ذکر آپ کا۔ جب کہ آپ کو ایک پاک دامن عورت نے نہایت نیک گھڑی میں جنم دیا۔''

نورا اضاء علی البریه کلها   من یهد للنور المبارك یهتد

''آپ ایسا نور ہیں جس نے تمام کائنات کو منور کر دیا جس شخص کی رہنمائی اس بابرکت نور کی طرف کی گئی وہ راہِ راست پا لے گا۔'' [دیوانِ حسان]

ایک موقعہ پر آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے پسینہ آیا تو چہرے کی دھاریاں چمک اٹھیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ نے ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا:

واذا نظرت الی أسرة وجهه   برقت کبرق العارض المتهلل

''جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کا یہ شعر پڑھتے جو ہرم بن سنان کے بارے میں کہا گیا تھا:

لو کنت من شیءٍ سوی البشر   کنت المضیٔ للیلة البدر

''اگر آپ بشر کے سوا کسی اور چیز سے ہوتے تو آپ ہی چودھویں کی رات کو روشن کرتے۔''

نبی علیہ السلام کی تعریف بیان کرنے کے کچھ تقاضے ہیں جن کو مدنظر رکھنا لازم ہے۔ آج کل جو نعتیں رواج پذیر ہو رہی ہیں وہ سن کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ نعت ہے۔ کئی نعتوں میں شرکیہ الفاظ کی بھرمار ہے تو کئی نعتوں میں اپنی التجاؤں اور تمناؤں کا اظہار کیا جا رہا ہے اور تو اور جدید آلات میوزک کو بروئے کار لاتے ہوئے نعتوں کو مزید رنگین سے رنگین بنانے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔

کئی نعتوں میں توحید کی عظمت کو پامال کیا جاتا ہے۔ کئی نعتوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نور من نور اللہ، حاجت روا، مشکل کشا اور بگڑی بنانے والے ہیں۔ انھی ظالموں کے لیے تو پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

'' لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبده فقولوا عبد الله ورسوله ۔'' [صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله واذکر فی الکتب مریم اذا انتبذت من اهلها، رقم: ٣٤٤٥]

''مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ چڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھا چڑھا دیا ہے میں اس کا بندہ ہوں۔ لہٰذا یہ کہو کہ (وہ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

آج اپنی تمناؤں، خواہشات، کذب بیانی اور نبی کی ہجو کو نعت کا نام دیدیا گیا۔ ایسے اشعار لکھنے اور پڑھنے والے اپنے ایمان کا تو جنازہ نکالتے ہی ہیں ساتھ ساتھ کئی لوگوں کے ایمان میں دراڑیں ڈالنے کا اعزاز بھی اپنے حصے میں لے رہے ہیں۔ بڑی بڑی محافل قائم کی جاتی ہیں جن میں بڑے راگ الاپے جاتے ہیں اور گلے پھاڑ پھاڑ کر نعتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں شرک وبدعت کی تمام حدیں پار کی جاتی ہیں۔ اور محفل میں شامل لوگ بڑے سرور اور جھوم جھوم کر اس شرک بھری محفل سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔

آیئے! ایسے ہی کچھ اشعار کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ یہ ''نعت رسول ﷺ ہے یا ہجو رسول ﷺ''

اپنے آپ کو عاشق رسول ﷺ کہلوانے والوں نے یہ تمام شرک عیسائیوں سے امپورٹ کیا ہے، سب سے پہلے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے نور سے نکالا ان کی تقلید کرتے ہوئے یہی عقیدہ ان عاشقوں نے قائم کر لیا جیسا کہ مشہور نعت ہے اور بچہ بچہ گنگناتا ہوا نظر آتا ہے: ''نور والا آیا ہے نور لے کر آیا ہے سارے عالم میں یہ دیکھو کیسا نور

چھایا ہے۔"

اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش کو عید کا دن قرار دیا۔ نام نہاد مسلمانوں نے بھی نبی کے یومِ پیدائش کو عید میلاد النبی منانا شروع کر دیا۔ بارہ ربیع الاوّل جو کہ نبی کی وفات کا دن بھی ہے اس دن یہ عاشق آپ کو جشن مناتے، شرکیہ نعتیں پڑھتے نظر آئیں گے۔ اور یہاں پر بس نہیں بلکہ اپنی خود ساختہ عید کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ عیدوں سے بھی افضل سمجھتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ عیدوں کو اپنی بناوٹی عید پر نثار کر رہے ہیں:

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں اے ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

عیسائی اپنے نبی کی نعت کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

عرش بریں سے یسوع انسان بن کے آیا
دنیا میں رحمتوں کا سامان بن کے آیا

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں دنیا پر اتر آئے، اور ادھر نام نہاد مسلمانوں نے کہا کہ نہیں ہم آپ سے زیادہ عاشق رسول ہیں اور اپنی عاشقی کا اظہار فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ، مدینے میں مصطفیٰ ہو کر
زمانے سے یہ نبیوں کی آرزو تھی
زمین پر خدا خود کرے بادشاہی
چلو آستانہ پہ اس کے جھکیں ہم
دل و جاں سے سجدہ اس کے آگے کریں ہم

عیسائیوں نے عیسی علیہ السلام کو خدا بنایا لیکن ان عاشقی کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں نے مدینے والے کو خدا بنا کر سجدہ کرنے کی خواہش بھی ظاہر کر دی۔ اسی طرز کا ایک نمونہ حاضر خدمت ہے:

یہ حسرت ہے تیرے روضے کو جا کر ہم بھی دیکھیں گے
جبیں شوق سے اس در پر جھکا کر ہم بھی دیکھیں گے
جہاں دن رات خورشید و قمر سجدے میں رہتے ہیں
اسی چوکھٹ پہ پیشانی جھکا کر ہم بھی دیکھیں گے

لیکن استاد قمر جلالوی مذبذب ہیں کہ ان کا کعبہ کس طرف ہے اور وہ کس طرف سجدہ ریز ہوں اسی لیے وہ یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

عبادت ہو تو اتنی معتبر ہو
میرا سر ہو نبی کا سنگ در ہو
ادھر کعبہ ادھر کعبے کا کعبہ
بتا واعظ میرا سجدہ کدھر ہو

آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ ہندوؤں کے خداؤں کے اوتار ہوتے ہیں اور وہ کسی بھی مجسمے میں اترنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں سے پہلی مرتبہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اوتار ہیں اور عبادت کے حق دار بھی ہیں۔ (یہ نعت اے نیر اور ترنم ناز کی آواز میں ریکارڈ ہے)

مجسم ہو کے دیکھو پیار آیا
مصطفیٰ خدائے پاک کا اوتار آیا
وہ جس کا کوئی ہمسر بھی نہیں ہے
عبادت کا ہے جو حق دار آیا

ایک اور رباعی ملاحظہ فرمائیں:

آئینہ ذاتِ حق نے رکھا روبرو
تو اسی شکل کا دوسرا ہو گیا
تھا عکس ذاتِ الٰہی کا آئینے میں
نام اسی عکس کا مصطفیٰ ہو گیا

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ ایک میں تین اور تین میں ایک۔ اسی طرح ان عاشقوں کے خدا اور نبی الگ نہیں بلکہ ایک میں دو اور دو میں ایک ہے۔ سب سے اعلیٰ و برتر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ ربّ العزت عرش بریں پر جلوہ افروز ہیں اس مقام سے بلند کوئی مقام نہیں۔ لیکن ان عاشقوں کی ادا ہی نرالی ہے:

عرش علی سے اعلیٰ میٹھے نبی کا روضہ
ہے ہر مکاں سے بالا میٹھے نبی کا روضہ

اس کے علاوہ ان کے نزدیک مدینہ مکہ سے افضل ہے:

مکے سے اس لیے بھی افضل ہوا مدینہ
حصے میں اس کے آیا میٹھے نبی کا روضہ

اندازہ کریں کہ جس سرزمین پر بیت اللہ مسجد الحرام موجود ہیں وہ روضے کی سرزمین سے کم تر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مدینۃ الرسول کی عظمت بہت زیادہ ہے لیکن یہ عاشق پیارے نبی کی اس حدیث کو کس کھاتے میں ڈالتے ہیں؟ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے تو مکہ مدینے سے دوگنا زیادہ افضل ہوا۔[صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلاۃ لمسجدی مکۃ والمدینۃ]

ان لوگوں کو یہ بھی منظور نہیں کہ اپنے حالات اللہ کو بتائیں اور اللہ تعالیٰ کا احسان لیں اسی لیے یہ کہتے پھرتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
کسی کا احسان کیوں اٹھائیں کسی کو حالات کیوں بتائیں
تمھیں سے مانگیں گے تم ہی دوگے تمہارے ہی در سے یہ لو لگی ہے

یہ عاشق خود تو نبی کے در کے سوالی ہیں ہی دکھ کی بات تو یہ کہ اپنے ساتھ انبیاء کو بھی شریک کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں:

سارے نبی تیرے در کے سوالی

معاذ اللہ تمام انبیاء ان عاشقوں جیسے مشرک تھے؟ انبیائے کرام نے ہر مصیبت و مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کے در پر ہی سر کو جھکایا۔ عاشق چاہتے ہیں کہ ہر کوئی ان سا عاشق بن جائے اس لیے یہ انبیاء کو اپنے آپ پر قیاس کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جس چیز سے بہت زیادہ بغض اور عداوت ہو انسان اس کا نام لینا گوارا نہیں کرتا۔ ایسی ہی کچھ عداوت ان عاشقوں کو کعبے سے ہے، کہ ایک نعت کو مشہور نعت خواں اکثر محافل کی زینت بناتے نظر آتے ہیں:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ مہصت کدھر کی ہے
آیا ہے مجھے بلاوا دربارِ نبی سے

جہاں ان عاشقوں نے انبیاء کو اپنے آپ پر قیاس کیا اسی طرح ملائکہ کو بھی معاذ اللہ اپنے جیسا مشرک سمجھتے ہوئے کہہ ڈالا:

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

یہ نعتیں اور اشعار اتنی تعداد میں ہیں کہ اگر ان کا مکمل احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آ سکتی ہے۔ یہ چند اشعار پیش کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم ان نعتوں اور اشعار کی حقیقت کو سمجھ سکیں کہ جن نعتوں کو ہم جھوم جھوم کر محافل میں سنتے ہیں اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہیں یہ ہماری بربادی کا سبب نہ بن جائیں۔ نبی ﷺ سے محبت کا اظہار ہم ان کی سنتوں پر عمل کر کے اپنی وضع، قطع اور شکل وصورت نبی ﷺ جیسی بنا کر بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔



اظہارِ تشکر

جن احبابِ گرامی، رہنمایانِ قوم وعلمائے کرام حضرات نے میری بیماری کے دنوں میں میرے لیے دعائے صحت فرمائی، یا جو میری تیمارداری کے لیے ہسپتال میں تشریف لائے۔ میں اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ وہ میرے لیے دین ودنیا کی فلاح کے لیے مزید دعا فرمائیں۔ اللہ کریم انھیں ہر طرح اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین۔

دعا جو (پروفیسر) محمد ابراہیم خادم قصوری
مہتمم جامعہ ابراہیمیہ اہل حدیث کنگن پور، ضلع قصور

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے

مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ

روضۃ العلماء الزندویسیۃ میں صاحب ہدایہ سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، آپ جب کوئی بات کہیں اور قرآنِ مجید کے خلاف ہو، تو آپ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو، پوچھا گیا: اگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ کے قول کے خلاف ہو تب؟ آپ نے جواب دیا: حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دو، پوچھا گیا اگر صحابہ کا قول آپ کے قول کے خلاف پڑے؟ آپ نے فرمایا: صحابہ کے قول کے مقابلے میں میری بات کو چھوڑ دینا۔

اور کتاب الامتاع میں امام بیہقی کی یہ روایت ہے جو انھوں نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب میں کوئی بات کہوں، اور رسول اللہ ﷺ سے میری بات کے خلاف قول ثابت ہو تو یاد رکھو جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو وہی لائق اتباع ہے۔ لہٰذا میری تقلید نہ کرنا، اور امام الحرمین نے بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس بات کی تصریح کی ہے، اور یہ ایک متفقہ بات ہے۔

اور ''الکافی'' میں ہے، اگر مجتہد مفتی کوئی فتویٰ دے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہو تو حدیث رسول پر عمل کرنا ضروری ہے، اور قولِ رسول کو مفتی کے فتویٰ سے نیچا نہیں کیا جا سکتا اور حدیث صحیح کا درجہ مفتی کے فتویٰ سے کسی حالت میں کم تر نہیں سمجھا جا سکتا، اگر مفتی کا قول شرعی دلیل تصور کیا جا سکتا ہے تو حدیث رسول کو تو اس سے کہیں زیادہ اولٰی وافضل سمجھنا چاہیے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے:

اصحاب ابوحنیفہ اس بات پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث قیاس ورائے پر مقدم ہے، اور اس اصول پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے، اگر کوئی یہ کہتا ہو کہ قیاس ورائے کے مقابلے میں حدیث پر عمل کرنا واجب یا جائز نہیں ہے، تو ہم ایسے شخص کے بارے میں صرف یہی کہیں گے کہ وہ وہم خیال کے مقابلے میں اللہ کی حجت کو ردّ کر رہا ہے، اور یہ مسلمان کی شان نہیں، اور جو یہ عذر پیش کرے کہ حدیث فہم سے بالاتر ہے تو وہ دوسرے سے مسلمان ہی نہیں، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اسی لیے نازل فرمایا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے معانی کو سمجھا اور جانا جائے، اور اللہ تعالیٰ نے رسول کو اس کا حکم بھی فرمایا ہے کہ میری آیات کو لوگوں سے بیان کر دیں۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ [النحل: ٤٤]

''تا کہ آپ لوگوں سے بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا۔''

جب اللہ کا کلام سب کے سمجھنے کے لیے نازل کیا گیا تھا تو یہ کیسے کہا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے سوا سب کی سمجھ سے بالاتر ہے اور اس دور میں تو وہ سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ مقلدین کہتے ہیں کہ سینکڑوں سال سے کوئی مجتہد پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ ایسی باتیں وہی لوگ کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے خلاف ان کی رائے کے باطل ہونے کا علم دنیا کو نہ ہو سکے، اور وہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ یقین دلاتے رہیں۔ کتاب وسنت کو اس طرح سمجھنا جس سے احکامات مستنبط ہوتے ہیں صرف انھیں مجتہدین کا کام ہے، اور چوں کہ اجتہاد کا

دروازہ بند ہو چکا ہے انھیں کو صحیح سمجھ کر اکتفا کیا جائے۔ واللہ اعلم

اور براہِ راست قرآن وحدیث کے مطالعے سے یہ لوگ محض اسی لیے منع کرتے ہیں تاکہ کوئی شخص ان مذاہب کو ترجیح نہ دے جو کتاب وسنت کے ظواہر سے مطابقت رکھتے ہیں اور ان پر عمل نہ شروع کر دے اور کچھ لوگوں سے ایک قدم بڑھ کر یہ بھی فتویٰ دے دیا کہ ایک ہی مذہب کا پابند رہنا ضروری ہے۔ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں۔ تاکہ لوگ راجح مذہب کو اختیار ہی نہ کر سکیں اور کسی کو اس کی جرأت ہی نہ ہو سکے کہ ایک مذہب پر دوسرے مذہب کو ترجیح دے سکے۔

اور اہل علم وبصیرت جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں کا اللہ کے دین میں کوئی وزن نہیں، اور ایسی اکثر باتیں عقل ونقل کے خلاف ہیں۔ اس کے باوجود بہت سے اہل علم کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انحراف کرتے ہیں، جب کہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرض ہے اور وہ ثقہ روایات سے ثابت صحیح احادیث کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے اور اس کے مقابلے میں مذاہب کی کتابوں سے چمٹے رہتے ہیں، اور جب کوئی امام کی رائے پر حدیث کو ترجیح دیتا ہے تو اسے گمراہ اور خارجی کہتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

حالاں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ نبی ﷺ کا جو حکم صحیح حدیث سے ثابت ہے اس پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [نور:٦٣]

''رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کہیں کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

اور جب صحیح احادیث ثابت ہو جائیں تو پھر کسی مسلمان کی شان نہیں کہ تقلید پر جمارہے۔ اس کے باوجود اگر وہ تقلید پر جمارہا تو بس وہ انھیں لوگوں جیسا ہے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہے:

﴿ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ﴾ [البقرة:١٤٥]

''اور اگر آپ ﷺ ان کے پاس خواہ کوئی دلیل ونشانی لے کر آئیں یہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔''

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور محض اس لیے کہ وہ فلاں مذہب کا پابند ہے حدیث پر عمل کرنے سے نہ رکے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ [النساء:٥٩]

''اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ۔''

اور رسول اللہ کی طرف مسئلہ لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اختلاف کے وقت صرف آپ کے ارشادات پر عمل کیا جائے۔ ائمہ کے درمیان اختلاف مذاہب کو چھوڑ کر براہِ راست حدیث رسول ﷺ پر عمل کرنا واجب ہے۔

مجتہد سے خطا وصحت دونوں ہوتی ہے لیکن نبی ﷺ خطا سے معصوم تھے:

تعجب ہے کہ مقلدین یہ جانتے ہیں کہ مجتہد سے خطاء وصواب دونوں کا ارتکاب ہوتا ہے، اور یہ ان کے عقیدے کی ایک بنیاد ہے، اور نبی ﷺ سے خطا سے معصوم ہیں۔ اس کے باوجود وہ مجتہد کی بات پر اصرار کرتے ہیں اور نبی ﷺ کا کلام چھوڑ دیتے ہیں۔

اور ہم نے بہت سے عبادت گزار متقی پرہیزگار مقلدین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے زہد واتقاء کے باوجود عمل بالحدیث میں سستی ونرمی برتتے ہیں، اور عمل بالحدیث کو اہمیت نہیں دیتے اور اپنی فقہی کتابوں ہی کی تعلیمات سے چمٹے رہتے ہیں، جیسے (معاذ اللہ) حدیث ان کے نزدیک ایک ناقابل عمل چیز ہے اور یہ دراصل ان کی جہالت کی پیداوار ہے۔

شیخ محمد حیات السندھی رحمہ اللہ نے کہا، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قرآن وحدیث کے معانی جاننے، ان کو سمجھنے اور ان سے احکامات

حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اگر ایسا نہیں کرسکتا تو اپنے علماء کی تقلید کرے۔ لیکن کسی ایک معین مذہب کی پابندی نہ کرے کیوں کہ ایسا کرنے میں اپنے امام کو نبی کی طرح بنا دینا ہے، اور ہر مذہب میں سے وہ باتیں لے جن میں احتیاط ہو اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ ضرورت کے وقت رخصت پر عمل کرے ورنہ پھر اس پر عمل کرنا ہی ترک کر دے۔

رہی ہمارے زمانے میں فقہی مذاہب پر عمل کرنے والوں کی یہ بدعت کہ وہ ایک مخصوص مذہب کے پابند ہو جاتے ہیں، اور دلائل وشواہد سے قائل ہو جانے کے باوجود اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار نہیں کرتے تو ان کا یہ فعل محض بدعت اور جہالت ہے۔ ہم نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ وہ صحیح غیر منسوخ احادیث تک چھوڑ دیتے ہیں اور بلا دلیل اپنے مذہب کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

جو شخص کسی چیز کو حلال یا حرام سمجھنے میں کسی خاص مذہب یا امام کی تقلید کرتا ہے اور اس کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث ثابت ہو جانے کے باوجود محض تقلید اسے سنت پر عمل کرنے سے روکے تو ایسے شخص نے اپنے امام یا شیخ کو اللہ کے مقابلے میں ربّ بنا لیا ہے جو اس کے لیے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال بناتا ہے۔ ایسے مسلمانوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔

لیکن اگر ان کے امام کے خلاف کوئی حدیث ملتی ہے تو وہ اس حدیث کی من مانی تاویل تک کر ڈالتے ہیں اور اس پر بھی جب وہ امام کے قول کی کوئی صحیح تعبیر نہیں کر پاتے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ تمہارے امام کو یہ حدیث نہ ملی ہو تو چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ ذرا مقلدین کا تقلیدی تعصب دیکھئے کہ صحابہ کی شان میں تو یہ کہنا گوارا کر لیتے ہیں کہ انھیں یہ حدیث نہیں ملی ہوگی لیکن اپنے امام کے بارے میں یہی بات سننی گوارا نہیں کرتے، جب کہ امام اور صحابی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

یہ مقلدین احادیث کا مطالعہ اور درس وتدریس محض تبریک کے لیے دیتے ہیں، عمل کے لیے نہیں۔ کیوں کہ جن احادیث کو یہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں عملاً انھیں کی مخالفت بھی کرتے ہیں، اور جب کوئی حدیث ان کے مذہب کے خلاف ملتی ہے تو اس کی بھر پور تاویل کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی حدیث کے مقابلے میں جب جواب ودلیل سے ہار جاتے ہیں تو کھسیانے ہو کر کہتے ہیں کہ جس امام کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ ہم سے زیادہ حدیث کو جانتے تھے۔

ان مقلدین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس طرح اپنے اوپر اللہ کی حجت قائم کر رہے ہیں، جب انھیں اپنے مذہب کے موافق حدیث ملتی ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور جب ان کے مذہب کے خلاف حدیث ملتی ہے تو منہ بگاڑ لیتے ہیں اور اس حدیث کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔

حالاں کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ قول رسول کے سامنے جھک جائے اور بلا چوں چرا اس کو تسلیم کر لے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء:٦٥]

''تمہارے ربّ کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں۔''

تقلید کی بابت ایک بصیرت افروز بیان:

سند بن عنان رحمہ اللہ نے اپنی ''شرح مدونۃ مالک'' میں لکھا ہے:

یہ سمجھ لو کہ صرف تقلید پر انحصار کرنا کسی بھی حق پرست آدمی کا کام نہیں، بلکہ یہ کسی غبی جاہل اور متعصب شخص ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تقلید ہر شخص کے لیے حرام ہے، بلکہ ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ دلیل اور اقوال الرجال کا جاننا ضروری ہے۔ البتہ ایک عام بے علم آدمی کے لیے عالم کی تقلید ضروری ہے۔

اور تقلید کہتے ہیں دلیل وحجت کے بغیر کسی کی بات کو ماننا اور اس

پر اعتماد کرنا، اور تقلید سے کسی قسم کا علم حاصل نہیں ہوسکتا اور کسی ایک معین مذہب کی تقلید و پابندی کرنا کھلی ہوئی بدعت ہے۔ کیوں کہ یہ بات قطعی طور پر سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تقلید کا رواج نہیں تھا، اور اس وقت سب لوگ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب دلیل نہیں ملتی تھی تو خود بھی آپس میں غور وخوض کرتے تھے۔

تابعین کرام کا بھی یہی حال تھا کہ دلیل نہ ہونے کے وقت اجتہاد کرتے تھے، اور تیسری صدی میں جس کے اندر امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وامام احمد رحمۃ اللہ علیہم تھے سب کے سب اپنے پیش رو سلف صالحین کے طریقے پر تھے۔ ان کے زمانے میں کسی ایک شخص کا معین مذہب نہ تھا جس پر سب مقلد ہو کر چلتے رہے۔ سب دلیل کے ذریعے حق تک پہنچنے کے عادی تھے۔ چناں چہ امام مالک کے کتنے ہی اقوال ہیں جن میں ان کے شاگردوں نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ لہٰذا اہل تقلید کا یہ کہنا غلط ہے کہ تقلیدی مذہب سلف کی قدیم سنت رہی ہے بلکہ یہ تو دوسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئی ہے یعنی صدیوں کے بعد تقلید کا رواج ہوا۔

بلاشبہ تقلید شخصی کی مذمت اور امام کی رائے کو خواہ وہ کتاب وسنت کے صریح خلاف کیوں نہ ہو دین ومذہب سمجھ لینا مذموم بدعت اور بدترین خصلت ہے۔ ابلیس لعین نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان میں فرقہ بندی پیدا کر کے پھوٹ ڈالنے کی چال چلی ہے، تاکہ دین کے نام پر ان میں ہمیشہ سر پھٹول ہوتی رہے اور دینی بھائی ہونے کے بجائے مسلمان ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں۔

اور ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر مقلد اپنے امام کی تقلید وتعظیم میں ایسا مبالغہ کرتا ہے کہ اس جیسی تعظیم وتکریم وہ صحابہ کرام کی نہیں کرتا۔

اگر ان کے مذہب کے موافق کوئی حدیث مل گئی تب تو اس کو لے کر اچھالتے اور خوشی مناتے ہیں اور ان کی جگہ اپنی گردن جھکا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے خلاف دوسرے امام کے مذہب کی تائید کرتی ہے تو وہ اس حدیث کو ماننے کے بجائے اس کی بے جا تاویلات کرنے لگتے ہیں۔ اس میں طرح طرح کے احتمالات اور کیڑے نکالتے ہیں اور اس حدیث کے خلاف بری طرح شور وغوغا پیدا کرتے ہیں اور کھینچ تان کر کسی طرح اپنے امام کے مذہب کی تائید کی کوشش کرتے ہیں خواہ اس سے صحابہ وتابعین کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اور فقہاء کے یہ مقلدین جب کسی حدیث کی شرح لکھتے ہیں، تو اپنے مذہب کی مخالف تمام احادیث میں تحریف کرتے ہیں۔ اگر اس سے ہار جاتے ہیں تو اس حدیث کو منسوخ کہہ کر اس پر عمل سے روکنے اور منہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور مقلدین جامدین نے تقلید کو اپنا مذہب ودین بنا رکھا ہے۔ اگر ان کے مذہب کے خلاف کتاب وسنت کی ہزار دلیلیں پیش کردی جائیں تب بھی وہ ان پر کان نہیں دھریں گے، اور ان سے بدکے ہوئے گدھوں کی طرح بھاگیں گے۔ حرم شریف میں موجود بخاریوں، ترکوں اور ہندوستانی مقلدین کو ہم نے اچھی طرح جانچا اور پرکھا ہے۔

یہ لوگ ہاتھوں اور گلوں میں لمبی لمبی تسبیحیں لٹکاتے ہیں اور سروں پر اونچی اونچی پگڑیاں باندھتے ہیں اور ہمیشہ ''دلائل الخیرات'' ختم خواجگاں ''قصیدہ بردہ'' وغیرہ ثواب سمجھ کر پڑھتے ہیں اور مختلف قسم کی بدعتیں کرتے رہتے ہیں۔

شیخ القاسم القشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم طالبانِ حق کا فرض ہے کہ اس نبی معصوم کی اقتداء کی پابندی کریں جو خطاء سے معصوم ہے اور جن سے خطاء کے واقع ہونے کا شبہ ہے اس کی تقلید سے رک جائیں۔ اور ائمہ کرام کی جو بات بھی معلوم ہو اسے کتاب وسنت کی کسوٹی پر پیش کردیں اور جو کچھ ان دونوں بنیادوں سے ثابت ہو جائے اس پر عمل کریں جو ثابت نہ ہو سکے اس کو رڈ کردیں۔ اور چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے حتمی طور پر موجود ہے۔ لہٰذا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی کا جز بنالیں اور فقہاء وصوفیاء کے اقوال کی پیروی کی بابت کوئی حکم نہیں۔ لہٰذا ان کی جتنی باتیں قرآن وحدیث پر پیش کرنے سے صحیح ثابت ہوجائیں گی ان پر عمل کریں گے اور جو صحیح ثابت نہ ہوں گی ان پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں پر سخت

حیرت وافسوس ہے جو دلائل سے منہ چھپا کر محض تقلید سے چمٹے رہتے ہیں، اور جو لوگ حق کی تلاش وجستجو کرتے اور شبہ کی جگہ محتاط رہتے ہیں، ان کی تعریف وتوصیف کرنی چاہیے۔

جو شخص کسی ایک متعین اور مخصوص امام کی تقلید کرتا ہے اگر اس امام کی رائے کتاب وسنت کے خلاف ثابت ہوجائے پھر بھی وہ اسی کی تقلید سے چمٹا رہے، تو وہ اپنے امام کی تقلید میں جھوٹا ہے، وہ صرف اپنے نفس وشیطان کی تقلید کرتا ہے۔ ایسے متعصب اور اندھے مقلد سے تمام ائمہ مجتہدین بری اور بیزار ہیں۔ کیوں کہ تمام ائمہ نے ایسی اندھی تقلید سے سخت منع کیا ہے اور وہ مقلد یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے امام کو ربّ بنانے کا مرتکب ہے۔

حق صرف رسول اللہ ﷺ کے قول میں منحصر ہے کسی ایک امام کی رائے میں نہیں

اپنی اندھی تقلید کرنے والے تمام ائمہ کرام بری اور بیزار ہیں اور ایسا اندھا مقلد بدعتی اور گمراہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی رائے میں حق محصور نہیں۔ کیوں کہ حق صرف وہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا ہے۔

لہٰذا جب بھی کوئی انصاف پسند آدمی اس بات پر غور کرے گا تو اسے اقرار کرنا ہی پڑے گا، کہ بلا دلیل کسی ایک مذہب کی تقلید بھی بڑی جہالت اور گمراہی وعصبیت ہے۔ اور تمام ائمہ کرام ایسے متعصب اور اندھے مقلد کی تقلید سے بیزار اور بری ہیں، اور سب نے اس کی مذمت کی ہے۔لیکن جس نے دلیل کی پیروی کی اس نے اپنے اور بقیہ تمام ائمہ کرام کی اقتداء کی ہے۔ نیز وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا متبع بھی سمجھا جائے گا، اور نیز اپنے تمام ائمہ کے مذاہب سے خارج بھی نہیں ہوگا۔ ائمہ کے مذہب سے تو جب ہی وہ خارج سمجھا جائے گا جب وہ دلیل کے بغیر تقلید پر جما رہے گا۔ کیوں کہ اگر اس کے امام کو بھی دلیل مل جاتی تو وہ اس پر عمل کرتے اور اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیتے اور وہ بھی حدیث پر عمل کرتے۔

ایسی صورت میں مذہب معین کی بلا دلیل تقلید کرنے والا شخص اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان اور ہویٰ وہوس کا متبع اور تمام ائمہ کرام کا مخالف ہوکر شیطان کے گروہ میں شامل ہو چکا ہے۔

ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ [الجاثیہ:۲۳]

’’بھلا دیکھو تو جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔‘‘

اس کے دل میں ایمان کا نور بجھ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت اسلام کے بعد گمراہی سے محفوظ رکھے، آمین۔

[بہ شکریہ البلاغ ممبئی، جون ۲۰۰۸ء]



چند خصائص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وضاحت

عنایت اللہ امین، مدرس دار الحدیث راجووال

ذیل میں اُن احادیث کا ذکر مقصود ہے جن میں خصائص و وصایائے علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور کچھ لوگ ان احادیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل کا نظریہ کشید کرتے ہیں، اولاً:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعارف اجمالاً ملاحظہ ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ ان سے محبت ایمان کی اور بغض نفاق کی علامت ہے سوائے تبوک کے باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ ان سے ۵۳۶ احادیث مروی ہیں ۴۰ھ کو شہید ہوئے سحری کے وقت کوفہ کی نامعلوم جگہ میں مدفون ہوئے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ: ((اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ)) [مختصر صحیح بخاری، باب:۹، رقم:۳۷۰۶۔ مسلم: ۳۰/ ۲۴۰۴]

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تیرا مقام میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘

توضیح: ۹ھ کو جب آنحضور جنگ تبوک کے لیے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ منافقین نے مشہور کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ناراض ہیں اس لیے ان کو ساتھ نہ لیا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان چہ مگوئیوں سے پریشان ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلے گئے گویا ہوئے کہ آپ نے مجھے منافقوں کے طنز کے لیے عورتوں اور بچوں پر اپنا جانشین بنایا ہے۔ اُس وقت آپ نے علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی وحوصلہ افزائی کے لیے یہ ارشاد فرمایا: اے علی! مدینہ میں رہنے سے میرے اور تیرے تعلق میں کوئی فرق نہیں آتا دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پہاڑ پر گئے تھے وہ اپنے بڑے بھائی ہارون کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے۔ تو جو مقام ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا وہی مثال میری اور تیری ہے البتہ اتنی بات ہارون میں زیادہ تھی کہ وہ نبی تھے تم نبی نہیں ہو۔ کیوں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔

چناں چہ اس حدیث سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ اس نیابت سے خلافت بلافصل کا مسئلہ اخذ کرنا سراسر جھوٹ اور غلط ہے کیوں کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے حضرت موسیٰ کا خلیفہ یوشع بن نون تھے۔ اگر حضرت ہارون زندہ ہوتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوتے تو تب اس نظریہ کو تقویت مل سکتی تھی اگر نیابت خلافت کی دلیل ہوتی تو متعدد صحابہ اور بھی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے۔ عبداللہ بن امّ مکتوم، ابولبابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ چوں کہ ایسا نہیں لہٰذا بحکم الٰہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ اوّل بلا فصل ٹھہرے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا انْتَجَبْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ ۔ [ترمذی، رقم: ۳۷۲۶]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ طائف کے لیے روانہ فرمایا تو علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں

کچھ گفتگو کی۔ دراز سرگوشی پر دیگر صحابہ نے کہا آنخضور ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بڑی لمبی گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سرگوشی میں نے خود نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کروائی ہے۔'' غزوہ کے متعلق پیغام تھا جو میں نے دیا ہے۔

اگر یہ حکم خلافت کا ہوتا تو آپ ضرور اس کی وضاحت کرتے، حق والے کو حق سے آگاہ کرتے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: اِنَّ عَلِيًّا مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِىُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ۔ [ترمذی: ۳۷۱۲]

''حضرت عمران بن حصین ؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: علی ؓ مجھ سے اور میں علی سے ہوں۔ علی ہر مومن کا دوست ہے۔''

اسی مفہوم کی دوسری حدیث ہے:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ۔ [ترمذی:۳۷۱۳]

''جس کا میں دوست ہوں علی بھی اُس کا دوست ہے۔''

ایک حدیث میں ہے:

عَلِيٌّ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّىْ عَنِّىْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ ۔ [ترمذی: ۳۷۱۹]

فرمایا: علی میرا ہے میں علی سے ہوں۔ میرے پیغام کی ادائیگی کوئی نہیں کرسکتا مگر میں یا علی۔ مندرجہ الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم ایک ہے۔ ان الفاظ سے بھی کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہوکر حضرت علی ؓ کی خلافت بلا فصل کا مسئلہ کشید کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کیوں کہ ان الفاظ سے اوّلاً تو آنخضور ﷺ اور حضرت علی ؓ کے مابین کمال اتحاد، اخلاص، یگانگت اور مشارکت فی النسب مراد ہے۔

ثانیاً عرب میں دستور تھا کہ صلح یا نقض صلح قوم کا سردار یا اس کا کوئی قریبی ہی کرسکتا ہے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ ۹ھ میں جب حج فرض ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی امارت میں کثیر صحابہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ روانہ کیا۔ بعد میں سورۃ توبہ نازل ہوئی جس کا دوسرا نام براءۃ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے یا جن سے مدتِ غیر معین کے طور پر معاہدہ تھا بوجہ عہد شکنی بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ یہ پیغام ربانی مکہ میں خود آنحضرت ﷺ یا پھر آپ کا کوئی قریبی ہی سنا سکتا تھا۔ عرب کی عادت کے مطابق آپ نے حضرت علی کو صدیق اکبر کے پیچھے بھیجا۔ اُس وقت آپ نے حضرت علی ؓ سے تکریماً اور ابوبکر صدیق سے عذر کے طور پر اِنَّ عَلِيًّا مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس سے خلافت بلافصل مراد لینی قیاس مع الفارق ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَفِى الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا مِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُوْمُوْا عَنِّىْ ۔

[بخاری: ٤٤٣١ـ مسلم: ١٦٣٧]

''عبداللہ بن عباس ؓ زبانِ نبوت سے حبر الامہ وترجمان القرآن کا لقب پانے والے فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ تقریباً ۱۶۶۰/ احادیث کے راوی ہیں، ۶۸ھ کو طائف میں فوت ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا آخری وقت قریب آیا آپ کے گھر میں صحابہ کی جماعت موجود تھی آپ نے فرمایا کاغذ قلم لاؤ میں تمھیں کچھ لکھواؤں میرے بعد تم سیدھے راستہ سے بھٹکو گے نہیں۔ حضرت عمر ؓ نے کہا آپ پر بیماری کا غلبہ ہے۔ تمہارے پاس اللہ کا قرآن ہے جو کافی ہے اس مسئلہ پر صحابہ میں اختلاف ہوگیا بعض کا خیال تھا کچھ لکھوالیں بعض نے منع کیا جب اختلاف طول پکڑ گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے دور ہوجاؤ باہر نکل جاؤ۔''

کچھ لوگ اس حدیث کی آڑ میں حضرت عمر ؓ پر طعن کرتے ہیں کہ آپ حضرت علی ؓ کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر کے آپ کی نافرمانی کی ہے۔اصل میں اس اعتراض کی بنیاد کم فہمی ہے۔کیوں کہ گھر میں اکثر صحابہ موجود تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کاغذ قلم پیش کر سکتے تھے،اُن کا کسی نے ہاتھ نہیں پکڑ رکھا تھا۔پھر بعد میں آپ سے پوچھا بھی گیا تو آپ خاموش ہو گئے۔معلوم ہوتا ہے کوئی ضروری نوشتہ نہ تھا۔اس واقعہ کے بعد آپ پانچ دن زندہ رہے اگر کوئی ضروری حکم تھا تو آپ بعد میں کسی سے لکھوا سکتے تھے۔ بلکہ اس حدیث کے آخر میں جن تین چیزوں کی آپ نے وصیت کی ہے وہ بھی لکھوا دیتے۔آپ نے زبانی فرمایا:

اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ ۔

''کہ جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکال دو۔''

وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُھُمْ ۔

''قاصدوں کی قدر اِسی طرح کرو جس طرح میں کرتا تھا۔''

وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَۃِ ۔

[بخاری:۳۰۵۳۔ مسلم: ۱۶۳۷]

''اور تیسری چیز سے آپ خاموش رہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہمیں قرآن کافی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ ان کا مقصد تھا کہ ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ... الخ ﴾ دین مکمل ہو چکا ہے اب کسی تازہ حکم کی ضرورت نہیں۔لہٰذا عین شدتِ بیماری میں تکلیف دینا مناسب نہیں بلکہ یہ تو سراسر محبت اور دلسوزی کا جذبہ تھا۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مَا کَتَبْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَامٌ مَا بَیْنَ عَیْرٍ اِلٰی ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ۔ الخ

[بخاری مختصر، رقم: ۱۸۷۰۔ مسلم: ۱۳۷۰]

''حضرت علی کے بارہ میں آپ نے غزوہ خیبر کے موقعہ پر فرمایا تھا:یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہٗ وَرَسُوْلُہٗ علی کو اللہ اور رسول سے محبت ہے اور اللہ اور رسول کو علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے۔ بیان کرتے ہیں ہم نے رسول اللہ سے کچھ نہیں لکھا سوائے قرآن اور اُس چیز کے جو اس صحیفہ میں ہے۔آپ نے فرمایا مدینہ حرم ہے مقام عیر سے ثور تک اور جو شخص مدینہ میں کوئی بدعت جاری کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے اس پر اللہ کی ،فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اُس کا کوئی فرض نفل قبول نہیں۔ نیز عہد میں مسلمانوں کا برابر ہونا باہمی مشورے کے بغیر کسی سے موالات قائم کرنا ولدیت بدلنا بھی لکھا ہے۔''

عیر اور ثور دونوں پہاڑ مدینہ کے جنوب وشمال کی حد ہیں جیسے مکہ کے حرم میں زیادتی، فساد، بے ادبی، شکار کرنا درست نہیں، ویسے ہی مدینہ کے حرم میں بھی درست نہیں۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ پڑھا اور فرمایا جو دعویٰ کرے کہ اہل بیت کے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ کوئی چیز ہے تو وہ جھوٹا ہے اور صحیفہ میں اونٹوں کی عمر اور دیت لکھی ہوئی ہے۔یہ خطبہ پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں کا منہ بند اور اُن کے باطل خیال کا ردّ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے اسرارِ علوم، دین کے قواعد اور شریعت کے غوامض بتائے۔نیز اپنا وصی قرار دیا اور کچھ ایسی چیزیں بتائیں جن پر عوام الناس کو آگاہ نہیں کیا تھا۔غور کرو اس وصیت نامہ میں خلافت بلافصل کا ذکر تک نہیں۔

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِیٌّ ھَلْ خَصَّکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ بِشَیْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَیْءٍ لَمْ یَعُمَّ بِہِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِیْ قِرَابِ سَیْفِیْ ھٰذَا فَاَخْرَجَ صَحِیْفَۃً فِیْھَا لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَلَعَنَ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَہٗ ۔ [مختصر صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، رقم: ۱۲۶۱]

''حضرت ابی طفیل کا اصل نام عامر بن واثلہ ہے۔ وفات النبی کے وقت یہ آٹھ سال کے تھے۔۱۰۲ھ کو مکہ میں فوت ہوئے اور فرماتے ہیں: رَأَيْتُ النَّبِيَّ وَلَمْ يَبْقَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرِيْ جب میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا اس وقت میرے علاوہ کوئی صحابی زندہ نہ تھا اِن کی تقریباً ۱۴ مروّیات ہیں۔''

بیان کرتے ہیں ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں کوئی خاص چیز دی یا بتائی ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: آپ ﷺ نے ہمیں کوئی خاص وصیت نہیں کی جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو سوائے اس کے جو میری تلوار کے غلاف میں ہے۔ پھر غلاف سے ایک صحیفہ نکالا جس میں لکھا تھا غیر اللہ کے نام پر نذر نیاز، یا جانور ذبح کرنا، زمین کے نشانات مٹانا، اپنے والدین پر لعنت کرنا ملعون فعل ہے۔ یعنی ایسا آدمی اللہ کی بخشش، رحمت، نصرت سے محروم ہے جو چیز نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھوائی تھی وہ انھوں نے سب کے سامنے پڑھ کر سنادی۔ اس حدیث سے بھی خلافت بلافصل کا کوئی پہلو نہیں نکلتا بلکہ یہ حدیث شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کا ردّ ہے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ سَأَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهَمًّا يُعْطَى الرَّجُلُ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ مَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ اَلْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔

[بخاری، کتاب الدیات، رقم: ٦٩٠٣]

''راوی کا اصل نام وہب بن عبداللہ صغائرِ صحابہ میں سے ہیں۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے یہ بالغ نہ تھے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے خازن تھے۔۷۴ھ کو فوت ہوئے ان سے ۱۳۰ احادیث مروی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا میرے پاس کوئی خاص چیز نہیں سوائے قرآن فہمی کے یا اس صحیفے کے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: اس میں مقتول کی دیت، قیدی کا چھڑانا، مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرنا لکھا ہے۔''

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسا علم سکھایا تھا جو دوسروں کو نہیں سکھایا اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے اس کی کچھ سورتیں غائب ہیں۔ جب ان کا معصوم امام ظاہر ہوگا تو دنیا میں قرآن پھیلے گا۔ معاذ اللہ یہ سب ان کے اکاذیب اور خرافات ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھا کر اس باطل نظریئے کی تردید کی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَلْبَابِ



تصحیح کرلیں

جلد:۶۰، شمارہ:۲۱، ٹائٹل پر درج حدیث ''حب رسول ﷺ'' کا حوالہ رہ گیا تھا۔

ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ نوٹ کرلیں، شکریہ......!

[ترمذی: ۲۳۵۰۔ له شاهد في الصحيحه: ۲۸۲۷/ ۲۸۲۸]

حافظ ابو بشر الدولابی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

اصل حقیقت کی نقاب کشائی:

یہ معبد، معبد بن ابی معبد خزاعی ہے۔ نہ معبد بن ھوذہ، اور نہ ہی یہ معبد بن خالد جہنی ابو روعۃ ہے اور نہ معبد جہنی قدری۔

یہ تو امام ابوحنیفہ کے سند حدیث کو صحیح طور پر یاد یا محفوظ نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ اس سند میں معبد کا وجود سرے سے ہی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ پھر اس کی تعیین اور تحدید کا کیا فائدہ؟

اور اس وہم کی جانب جہابذہ ائمہ کرام نے نشان دہی فرمائی ہے۔

حافظ ابن عدی ۳۶۰ھ فرماتے ہیں:

" ولم یقلہ أحد عن معبد فی ھذا الاسناد ال ابوحنیفة ۔" [الکامل لابن عدی، ج:۳، ص:۱۰۲۷]

"کہ اس سند میں معبد کا ذکر (امام) ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا۔"

دوسری جگہ فرمایا:

" فأخطأ ابوحنیفة فی اسناد ھذا الحدیث ومتنه لزیادته فی الاسناد معبد او زیادته فی متنه القھقھة۔ ولیس فی حدیث أبی العالیة مع ضعفه وإرساله القھقھة ۔" [الکامل لابن عدی، ج:۳، ص:۱۰۲۸]

"کہ (امام) ابوحنیفہ سے اس حدیث کی سند اور متن میں غلطی ہوئی ہے۔ سند میں (غلطی) معبد (راوی) کا اضافہ کرنا اور متن میں (غلطی) قہقہہ کا اضافہ کرنا۔ ابو العالیہ (رفیع بن مہران بصری) کی حدیث میں ضعف اور ارسال کے باوجود قہقہہ کا ذکر نہیں ہے۔"

دوسرے امام حافظ دارقطنی ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:

" وروی ھذا الحدیث ابوحنیفة عن منصور بن زاذان عن الحسن عن معبد الجھنی مرسلاً عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ووھم فیه ابوحنیفه علی منصور، وانما رواہ منصور بن زاذان عن محمد ابن سرین عن معبد، ومعبد ھذا لا صحبة له، ویقال: انه اوّل من تکلم فی القدر من التابعین، حدّث به عن منصور عن ابن سیرین: غیلان بن جامع وھشیم ۔ وھما احفظ من ابی حنیفة للاسناد ۔" [سنن دارقطنی، ج:۱، ص:۱۶۷، رقم:۲۱]

"اس حدیث کو امام ابوحنیفہ نے منصور بن زاذان عن الحسن عن معبد جہنی عن النبی ﷺ کی سند سے مرسل بیان کیا ہے۔ (امام) ابوحنیفہ اسے منصور سے روایت کرتے ہوئے وہم کا شکار ہوگئے ہیں، اسے منصور بن زاذان عن محمد بن سیرین عن معبد کی سند سے روایت کرتے ہیں اور اس معبد کا شرفِ صحابیت سے مشرف ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے: وہ تابعین میں سے پہلا شخص تھا جس نے تقدیر کے بارے میں کلام (انکار) کیا۔ اس حدیث کو منصور عن ابن سیرین کی سند سے غیلان بن جامع اور ھشیم بن بشیر بھی (منصور) سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ دونوں (غیلان اور ھشیم) (امام) ابوحنیفہ سے زیادہ سند کو یاد رکھنے والے ہیں۔"

احناف کے سرخیل علامہ زیلعی حنفی نے بھی حافظ دارقطنی کا

تعاقب نہ کرتے ہوئے ان کی خاموش تائید کی ہے۔

[نصب الرایہ، ج:۱، ص:۵۱]

حافظ بیہقی نے بھی امام ابن عدی اور امام دارقطنی کی تائید کی ہے۔

[الخلافیات للبیهقی، ج:۲، ص:۳۹۳، ۳۹٤۔ السنن الکبریٰ، ج:۱، ص:۱٤٦]

حافظ ذہبی نے بھی اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ [تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق للذهبی، ج:۱، ص:۷۰]

حافظ ابن فرحون ۷۹۹ھ کا رجحان بھی اسی جانب ہے۔

[مختصر الخلافیات، ج:۱، ص:۳۲۸۔۳۳۰]

امام ترمذی بھی اس علت قادحہ پر مطلع نہ ہو سکے، اس لیے وہ فرماتے ہیں:

امام حسن بصری، معبد جہنی کے بارے میں تنقید کرتے ہیں پھر ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ [العلل الصغیر للترمذی، ج:٦، ص:۲٤۸۔ بذیل الترمذی]

علامہ حافظ ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ نے علل الصغیر کی شرح میں امام ترمذی کی تائید فرمائی ہے۔ [شرح علل الترمذی، ج:۱، ص:۳۵۱۔ دوسرا نسخہ، ص:٦۱]

اور وہ تنقید یہ ہے: حسن بصری فرماتے ہیں:

''معبد جہنی سے بچو کیوں کہ وہ خود گمراہ ہے اور گمراہ گر ہے۔''

[العلل الترمذی، ج:٦، ص:۲٤۸۔ الضعفاء للعقیلی، ج:٤، ص:۲۱۸ اسناده مقبول]

مگر ہم اس بارے میں امام ترمذی سے متفق نہیں ہیں کیوں کہ حسن بصری نے اسے معبد جہنی سے روایت ہی نہیں کی بلکہ یہ امام ابوحنیفہ کا وہم ہے جس کی وجہ سے معبد جہنی کو حسن بصری کا استاد گردانا گیا۔ جس کی تفصیل ابھی ابھی گزر چکی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ روایت اور اس جیسی باقی تمام مرفوع مرویات ضعیف ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہمیں تو سر دست صرف اتنا ہی عرض کرنا تھا کہ امام ابوحنیفہ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے سند اور متن میں وہم کا شکار ہو گئے اور اس وہم کی پردہ پوشی کے لیے حافظ دولابی نے معبد بن ھوذہ کا نام دیا ہے۔

اس لیے حافظ ابن عدی نے اپنے استاد حافظ دولابی کو خطاوار ٹھہرایا۔ حدیث کی تفصیل ملاحظہ فرمانے کے لیے: سنن دارقطنی [ج:۲، ص:۵۹۔٦٤، ط: ہند] الکامل لابن عدی [ج:۳، ص:۱۰۲٦۔۱۰۳۰] الخلافیات للبیہقی [ج:۲، ص:۳٦۱۔٤۱٦، مسئلہ:۲۲] نصب الرایۃ للزیلعی [ج:۱، ص:٤۷۔۵۳] البنایۃ شرح الھدایۃ للعینی [ج:۱، ص:۲۸۷۔۲۹۵] اعلاء السنن للعثمانی [ج:۱، ص:۹۵۔۱۰۵] موسوعۃ الاحادیث والآثار الضعیفۃ والموضوعۃ، اعداد: علی حسن الحلبی [ح:۵۲۸٦، ۵۲۸۷، ۸٤۷۷، ۸٤۷۲، ۸۸۱۵، ۱۳٦٦۱، ۱۵٤٤٦، ۱۷۵۳۷، ۱۷۵۳۸، ۲۵۲۵۹، ۲۵۲٦۳]

حافظ خلیلی ٤٤٦ھ نے ایک جزء میں ان تمام مرویات کو اکٹھا کیا ہے۔ [التلخیص الحبیر لابن حجر، ج:۱، ص:۱۱۵، رقم:۱۵۳۰]

اسی طرح مولانا عبدالحئی لکھنوی کا ایک رسالہ **الهسهسة بنقض الوضوء بالقهقهه** بھی مطبوع ہے۔

فقہی مسئلہ:

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے دورانِ نماز میں ہنس پڑے یا قہقہہ لگائے اس کی نماز باطل ہے وہ صرف اعادہ نماز کرے گا اور وضو اس کا برقرار رہے گا۔ کیوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ **المصنف لابن ابی شیبة** [ج:۳، ص:۳۰۹، ح:۳۹۲۹ سنده صحیح] **والخلافیات للبیهقی** [ج:۲، ص:۳٦۵ وهامشه] **ارواء الغلیل للالبانی** [ج:۲، ص:۱۱٤]

حافظ ابن المنذر فرماتے ہیں:

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ ہنسنے سے طہارت ختم نہیں ہوتی اور نہ وضو واجب ہوتا ہے۔

اس پر اجماع ہے کہ نماز میں ہنسنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔

[الاوسط لابن المنذر، ج:۱، ص:۲۲٦، مسئلہ: ٤۱، ٤۲]

اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ جو نماز میں (کسی پاکباز عورت پر) تہمت لگائے (اس کی نماز باطل ہو جائے گی) اس پر وضو لازم نہیں

آئے گا۔انھوں (احناف) نے ہنسنے کے حکم کو تہمت کے حکم سے بڑا جانا ہے۔ [الاوسط لابن المنذر، ج:۱، ص:۲۳۰]

جمہور علماء اور محدثین کے ہاں ہنسنا یا قہقہہ لگانا صرف ناقض نماز ہے۔مالکی مسلک دیکھنے کے لیے ہدایۃ المجتہد لابن رشد[ج:۱،ص:۲۹] المدونۃ الکبریٰ المنسوب إلی مالک بن انس [ج:۱،ص:۱۰۰] ملاحظہ فرمائیں۔

شوافع کا مسلک دیکھنے کے لیے: الام للامام الشافعی [ج:۱، ص:۱۸]المہذب لابی اسحاق الشیرازی[ج:۱،ص:۲۴] وشرحہ المجموع المہذب للنووی [ج:۲، ص:۶۰] روضۃ الطالبین للنووی [ج:۱، ص:۲۷] فتح العزیز شرح الوجیز لابی القاسم الرافعی [ج:۲،ص:۲۔ ہامش المجموع المہذب]مغنی المحتاج للخطیب الشربینی[ج:۱،ص:۳۲] ملاحظہ ہو۔

حنابلہ کا مسلک دیکھنے کے لیے: مسائل الامام أحمد لابی داود السجستانی صاحب السنن[ص:۱۳] ومسائل الامام احمد لابن ہانی[ج:۱، ص:۷، فقرہ:۳۸] الافصاح لابن ہبیرہ [ج:۱،ص:۸۲] الاقناع للمقدسی الحجاوی[ج:۱،ص:۴۰۔ دوسرا نسخہ، ج:۱،ص:۶۰] المغنی لابن قدامہ[ج:۱،ص:۱۶۹و ج:۱،ص:۱۷۷] الفروع مع تصحیح الفروع لابن مفلح [ج:۲،ص:۲۸۷] شرح منتہی الارادات للمنصور البہوتی [ج:۱، ص:۱۴۶] تنقیح تحقیق احادیث التعلیق لابن عبد الہادی [ج:۱، ص:۱۶۷] ملاحظہ فرمائیں۔

ان سب کے برعکس احناف کے ہاں دورانِ نماز میں ہنسنا یا قہقہہ لگانا نماز کے باطل کرنے کے ساتھ ساتھ وضو کو بھی باطل کردیتا ہے۔

الاصل لمحمد بن حسن الشیبانی[ج:۱،ص:۱۷۱]الحجۃ علی أہل المدینۃ لہ [ج:۱،ص:۲۰۳] الہدایۃ للمرغینانی [ج:۱،ص:۲۶،۲۷] وشروحہ فتح القدیر لابن ہمام [ج:۱، ص:۳۴،۳۵] والعنایۃ للبابرتی [ج:۱، ص:۳۴،۳۵ ہامش: فتح القدیر] والبنایۃ لبدر الدین العینی [ج:۱ ،ص:۲۹۲] المبسوط للسرخسی [ج:۱،ص:۷۷] البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم [ج:۱،ص:۴۲۔۴۴] حاشیہ رد المختار لابن عابدین [ج:۱،ص:۱۴۴،۱۴۵] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح للطحطاوی[ص: ۷۳،۷۴] بدائع الصنائع للکاسانی [ج:۱،ص:۶۰۱] کشف الاسرار لعبد العزیز بن محمد البخاری [ج:۱،ص:۱۸] فتاویٰ عالمگیری [ج:۱،ص:۱۲] وفتاویٰ قاضی خان [ج:۱،ص:۳۸ ہامش فتاویٰ عالمگیری] دوسرا نسخہ [ج:۱، ص:۱۹،۲۰، طبع: ہند] فتاویٰ التاتارخانیہ للاندریتی [ج:۱، ص:۱۳۸۔۱۴۳]

حتی کہ احناف کے سرخیل مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ نے قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں ایک کتاب "الھسھسة بنقض الوضوء بالقهقهة" بھی تصنیف فرمائی۔

اس بارے میں امام شافعی اور حسن بن زیاد لؤلؤی کا دلچسپ مناظرہ دیکھئے: آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم الرازی [ص:۱۶۹۔۱۷۱] الکامل لابن عدی [ج:۲،ص:۷۳۲] نیز دیکھئے: الاوسط لابن المنذر [ج:۱،ص:۲۲۶۔۲۳۰، مسئلہ:۳۰] وفتاویٰ الدین الخالص لامین اللہ پشاوری[ج:۲،ص:۳۷۷،۳۷۸]

حافظ دولابی کے بارے میں حافظ دارقطنی کی تعدیل:

حافظ دارقطنی فرماتے ہیں:

"تكلموا فيه، ما تبين من أمره إلا خير ۔" [سؤالات حمزة السهمي عن الدارقطني، ص:۱۱۵، رقم:۸۳]

''کہ انھوں (محدثین) نے اس کے بارے میں کلام (تنقید) کی ہے(مگر)اس کے بارے میں خیر ہی واضح ہوئی ہے۔''

تنبیہ: حافظ دارقطنی کا مندرجہ بالا قول بعض کتب میں اس طرح بھی موجود ہے۔

"تكلموا فيه لما تبين من أمره الأخير ۔" [ميزان الاعتدال للذهبي، ج:۳، ص:۴۵۹، ترجمة: ۱۷۵۱۔ ولسان الميزان لابن حجر، ج:۵، ص:۴۱،۴۲]

''کہ انھوں نے اس (دولابی) کے بارے میں (تب) کلام کی، جب اس کی زندگی کے آخری معاملات (ان پر) واضح ہوگئے۔''

حافظ دارقطنی کے پہلے کلام میں ترکیب اوّل (تکلموا فیہ) جرح سے عبارت ہے اور ترکیب ثانی تعدیل کا فائدہ دے رہی ہے، گویا کہ حافظ دارقطنی کے ہاں اس کی تعدیل ہی راجح ہے۔

جب کہ دوسرے کلام میں ترکیب ثانی (لما تبین ......) ترکیب اوّل کی توضیح وتشریح کر رہی ہے گویا کہ دونوں جملے ایک ہی معنی (جرح) کا فائدہ دے رہے ہیں۔

حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کا دوسرا قول درج ذیل چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

اوّلاً: کتاب سوالات حمزۃ السہمی کا دراستہ کا اور تحقیق شیخ موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر نے بڑی محنت اور جانفشانی سے دو مخطوطات سے کی ہے۔ پہلا مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق [مجموعہ نمبر: ۱۱، ورقہ نمبر: ۲۰۵ تا ۲۱۵] میں موجود ہے۔ اس پر حافظ ضیاء الدین مقدسی صاحب المختارۃ متوفی ۶۴۳ ھ کے قلم سے لکھا ہوا حاشیہ ہے۔

جب کہ اس کا دوسرا مخطوطہ مکتبہ سرای السلطان احمد الثالث، ترکی [مجموعہ نمبر: ۶۲۴/۱۲، ورقہ نمبر: ۱۷۲ب تا ۱۸۹ب] میں موجود ہے۔ اس کے ناسخ ابوبکر بن علی بن اسماعیل انصاری نے اسے ۷۲۸ھ میں لکھا۔ تاریخ التراث العربی میں یہ ۶۲۸ھ ہے جو کہ غلط ہے۔ [تاریخ التراث، ج:۱، ص:۴۲۴، رقم: ۲۷] اس نسخے کی چند امتیازی خصوصیات ہیں جس کی بنا پر محقق نے سوالات کی تحقیق میں اسے اصل قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ یہ تصحیح شدہ مکمل نسخہ ہے۔ مصنف حافظ دارقطنی تک اس نسخے کی سند متصل ہے۔ جیسا کہ محقق سوالات نے مقدمہ کتاب [ص: ۶۱، ۶۲] میں اس کی توضیح کی ہے۔

ان دونوں مخطوطات میں امام دارقطنی کا قول تعدیل پر مشتمل ہے۔ اس لیے المیزان اور اللسان میں اس قول کا جرح پر مبنی ہونا غیر صحیح ہے کیوں کہ حافظ ذہبی کی پیدائش ۶۷۳ھ سے ایک عرصہ پہلے حافظ مقدسی متوفی ۶۴۳ھ نے سوالات پر اپنے ہاتھ سے حاشیہ لکھا، اور انھوں نے حافظ صاحب کے اس قول سے کوئی تعرض نہ کیا گویا کہ انھوں نے حافظ صاحب کے قول کو تعدیل میں ہی قرار دیا۔ محقق سؤالات نے لکھا ہے کہ ''مکتبہ ظاہریہ دمشق کے ''سؤالات'' کے مخطوطے میں "ما تبین من أمرہ إلا خیر بہ قالہ الدار قطنی" ہی ہے اور یہی درست ہے اس لیے میں نے نسخہ احمد الثالث اسے صلب (متن) کتاب میں جگہ دی ہے، جب کہ نسخ مکتبہ احمد الثالث میں خیر کے بجائے خیرا (نصبی حالت میں) ہے، جو کہ بالکل غلط ہے۔ کیوں کہ تبین (فعل کا) فاعل خیر ہے'' گویا کہ محقق بھی اسے تعدیل ہی قرار دے رہے ہیں۔

ثانیاً: تاریخ دمشق کے مکتبہ ظاہریہ دمشق کے مخطوطہ [ج:۱۴، ص:۶۷۸] میں مصنف سؤالات الدارقطنی حمزۃ بن یوسف السہمی سے حافظ ابن عساکر نے اپنی متصل صحیح سند سے یوں بیان کیا ہے:

"قال: ...... أی السهمی ...... وسألته یعنی ...... الدارقطنی: عن أبی بكر محمد بن احمد بن حماد أبی بشر الدولابی الانصاری بمصر، فقال: تكلموا فیه، ما تبین من أمره إلا خیر۔"

''کہ انھوں نے اس میں کلام کی ہے (مگر) اس کے آخری معاملات سے خیر ہی واضح ہوئی ہے۔''

بعینہ یہی عبارت سؤالات السہمی مخطوطہ مکتبہ سرای احمد الثالث میں ہے۔ اس لیے حافظ ابن عساکر کے ہاں بھی یہ قول تعدیل پر مشتمل ہے۔

ثالثاً: میزان الاعتدال، طبع: حلب، تحقیق: علی البجاوی اور اس کی ذیل لسان المیزان، طبع: دائرۃ المعارف، الہند میں اس قول کے محرف ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی دوسری کتب میں یہ عبارت تعدیل سے ہی عبارت ہے۔ [سیر أعلام النبلاء، ج: ۱۴، ص: ۳۱۰] وتذکرۃ الحفاظ [ج: ۲، ص: ۷۶۰] وتاریخ الاسلام: حوادث ووفیات [۳۰۱۔۳۲۰ھ، ص: ۲۷۶] ان تینوں جگہوں میں حافظ دارقطنی کا قول امام حمزۃ السہمی کی روایت سے ہے۔ اور اس کی حقیقت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ بلکہ درج ذیل حافظ ذہبی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قول کو تعدیل ہی قرار دے رہے ہیں، فرماتے ہیں:

وقد ضعف، قال ابوالحسن: ما تبین من امرہ إلا خیر۔" [ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل

للذهبي، ص:١٨٩، رقم:٤٢٧۔ ضمن: أربع رسائل في علوم الحديث، تحقيق: ابي غدة عبدالفتاح]

''یقیناً ان کوضعیف کہا گیا ہے (امام) ابوالحسن دارقطنی فرماتے ہیں: اس کے معاملے میں خیر ہی واضح ہوئی ہے۔''

بلکہ اس سے بھی ذرا آگے دیکھئے کہ محمد بدرالدین الغسانی کی تحقیق سے مصر (مطبعة السعادة) میں ۱۳۵۲ھ کو تین جلدوں میں چھپنے والے میزان الاعتدال کے نسخے میں تکلموا فيه، ما تبين من أمره إلا خير ہی ہے۔[ميزان الاعتدال، ج:٣، ص:١٧، ترجمه: ١٤٦]

رہی کتاب لسان المیزان، تو حال ہی میں دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت لبنان، نے دکتور عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق سے تین ضخیم جلدوں (نوحصوں) میں شائع کی ہے، یہ نسخہ پچھلے تمام مطبوعہ نسخوں سے مجموعی اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔ فاضل محقق نے پانچ مخطوطات سے اس نسخے کی تحقیق کی ہے۔ قابل مسرت بات یہ ہے کہ اس کی تحقیق میں جس نسخے کو اصل قرار دیا گیا ہے وہ امام ربانی حافظ ابن حجر عسقلانی کی حیاتِ طیبہ میں ہی ان کے ایک شاگرد ابوالفضل تقی الدین عبدالرحمٰن بن احمد القلقشندی القاہری متوفی ۸۷۱ھ نے ۸۴۵ھ تا ۸۴۸ھ میں لکھا۔ حافظ ابن حجر پر اس نسخے کی دو مرتبہ قراءت کی گئی۔ کیوں کہ حافظ نے اس نسخے کے آخر میں قراءت کا اثبات بھی کیا ہے۔

[مقدمه لسان الميزان، ج:١، ص:١٢٥-١٣٥]

اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے ہاں بھی یہ قول تعدیل کا فائدہ دیتا تھا۔ بلکہ محقق نے تو دوسرے قول کو فحش تحریف قرار دیا ہے۔ [لسان الميزان، ج:٣، ص:٥٠٦]

اس تصحیف کے علاوہ اور بھی تصحیفات اور تحریفات لسان المیزان کے قدیم نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ جن کی معمولی سی جھلک دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں مقدمہ کتاب [ج:۱ص:۱۳۴۔۱۴۶]

رابعاً: ان کے علاوہ اور بھی محدثین نے اسے کلمہ تعدیل قرار دیا ہے۔ الوافی بالوفیات [ج:۲، ص:۳۶] السیوطی: طبقات الحفاظ [ص:۳۲۲، رقم: ۷۳۱] محدث مبارک پوری تحفة الاحوذی [ج:۳، ص:۳۹۸، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی المصافحہ]

اس لیے حافظ دولابی کے بارے میں حافظ دارقطنی کا یہ قول ان کی عدالت پر ہی مشتمل ہے۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

سہ ماہی مجلّہ الجامعۃ السّلفیہ، اسلام آباد

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

ملنے کا پتا: الجامعۃ السّلفیہ H-8/1، اسلام آباد

قیمت فی شمارہ: ۱۵ روپے

جامعہ سلفیہ (اسلام آباد) ایک مشہور تعلیمی ادارہ ہے جو بہت سالوں سے قائم ہے۔ اس ادارے کا اندازِ تدریس اور طریق تعلیم خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جامعہ سلفیہ کی طرف سے اس کے نام کی مناسبت سے ''مجلۃ الجامعۃ السّلفیہ'' ایک سہ ماہی مجلّے کا اجراعمل میں لایا گیا ہے۔ اب تک اس کے دو شمارے معرضِ اشاعت میں آئے ہیں جو ہمارے پیش نگاہ ہیں۔ پہلا شمارہ دسمبر ۲۰۰۷ء تا فروری ۲۰۰۸ء اور دوسرا شمارہ مارچ تا مئی ۲۰۰۸ء ہے۔ اس کے سرپرست حافظ محمد شفیق، چیف ایڈیٹر ڈاکٹر حافظ طاہر محمود اور ایڈیٹر مولانا محمد یونس عاصم ہیں۔ ان اصحابِ ثلاثہ کے علاوہ چار اصحابِ علم پر مشتمل مجلس ادارت اور پانچ ارکان پر مشتمل مجلس مشاورت کے اسمائے گرامی صفحہ اوّل پر مرقوم ہیں۔

شمارۂ اوّل ۸۰ صفحات کا اور شمارہ دوم ٹائٹل کے علاوہ ۴۴ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

شمارۂ اوّل کا آغاز چیف ایڈیٹر کے اداریے سے ہوتا ہے، جس کا عنوان ''کلمۃ المجلۃ'' قائم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد فہم القرآن کے عنوان سے مجلّے کے ایڈیٹر مولانا محمد یونس عاصم کا اور فہم حدیث کے عنوان سے جامعہ کے ایک فاضل استاد اسماعیل محمد امین کا مضمون ہے۔ ''تعلیم وتدریس'' کے سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کا مقالہ اس مجلّے کی زینت ہے۔ نبی ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے موضوع پر ایک مضمون بزبانِ عربی ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کا ہے۔

کلیم حسین شاہ صاحب کا سفرنامہ بھی اس مجلّے میں شامل ہے۔ جس کا عنوان ہے ''دورۂ کھیوڑہ: تاثرات ومشاہدات۔''

اس طرح یہ شمارہ جامعہ سلفیہ (اسلام آباد) کے بعض فاضل معلمین اور عزیز متعلمین کے رشحات قلم کا خوب صورت مجموعہ ہے۔

''مجلۃ الجامعۃ السّلفیہ'' کے دوسرے شمارے میں چیف ایڈیٹر کے ادارتی صفحات یعنی ''کلمۃ المجلہ'' کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے مضامین شامل ہیں:

- ......درسِ قرآن: محمد یونس عاصم
- ......درسِ حدیث: اسماعیل محمد امین
- ......اسلام اور رواداری: پروفیسر عبدالجبار شاکر
- ......حب رسول ﷺ: ابوالحسن
- ......فرقے کیوں؟ ڈاکٹر ذاکر نائیک
- ......مفہوم السّلفیہ: (عربی) ڈاکٹر طاہر محمود
- ......اس شمارے میں جامعہ سلفیہ کے ایک لائق احترام استاد حافظ اعجاز احمد صاحب کا انٹرویو بھی شامل ہے جو کلیم حسین شاہ، ماجد حسین اور خرم سعید پر مشتمل جامعہ کے تین طلبا کے پینل نے لیا۔ انٹرویو کا یہ سلسلہ مستقل چلے گا۔

ان دونوں شماروں میں جامعہ سے متعلق ضروری خبریں بھی ''اخبار الجامعہ'' کے عنوان سے دی گئی ہیں۔

کاغذ، طباعت، کمپوزنگ اور مندرجات کے اعتبار سے یہ مجلّہ بہترین معیار کا حامل ہے۔

تعلیمی اداروں کی طرف سے رسائل وجرائد کے اجرا کا سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے اور یہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس سے طلبا میں لکھنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور انھیں قلم وقرطاس سے مانوس ہونے کا موقع

ملتا ہے۔ پھر وہ اپنی قابلیت کی بنا پر میدانِ تصنیف میں اترتے ہیں۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، برصغیر پاک وہند میں جس اردو رسالے یا اخبار نے سب سے پہلے کسی تعلیمی درس گاہ کے ترجمان کی حیثیت اختیار کی، وہ سرسید احمد خاں کا ''تہذیب الاخلاق'' تھا۔ اس کا پہلا شمارہ یکم شوال ۱۲۸۷ھ (۲۴۔ دسمبر ۱۸۷۰ء) کو علی گڑھ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے دونام تھے اردو میں ''تہذیب الاخلاق'' اور انگریزی میں ''دی محمڈن سوشل ریفامر''......لیکن یہ پورا اخبار اردو زبان میں مرتب کیا جاتا تھا۔ مہینے میں بالعموم اس کے تین شمارے چھپتے تھے۔ سرسید اس وقت بنارس میں تھے۔ علی گڑھ سے چھاپ کر اس کی تمام کاپیاں ان کے پتے پر بنارس بھیج دی جاتی تھیں۔ وہیں سے اس کی تقسیم عمل میں آتی تھی۔ یہ اخبار کئی دفعہ بند اور کئی دفعہ جاری ہوا۔ قیامِ پاکستان کے چودہ پندرہ سال بعد ہمارے ایک مرحوم علی گڑھی بزرگ دوست محمد عالم (بانی نیا علی گڑھ سکول مانگا منڈی) نے سید رئیس احمد جعفری مرحوم کی ادارت میں یہی ''تہذیب الاخلاق'' لاہور سے جاری کیا۔ یہ ماہنامہ رسالہ تھا جو چند مہینے بعد بند ہوگیا تھا۔

۱۹۰۴ء میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے صدیق مکرم مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی ادارت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ترجمان کے طور پر ماہنامہ ''الندوہ'' جاری کیا گیا۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء میں چند مہینے مولانا شبلی کے کہنے پر مولانا ابوالکلام آزاد ''الندوہ'' کے سب ایڈیٹر رہے اور اس اثنا میں اس ماہنامے میں ان کے متعدد علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوئے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی طرف سے ماہنامہ رسالہ ''جامعہ'' جاری کیا گیا۔ اس ماہنامے میں جامعہ ملیہ کے اساتذہ اور دیگر حضرات کے تاریخی، سیاسی اور تحقیقی مضامین شائع کیے جاتے تھے۔ میرے زمانۂ ادارت میں یہ رسالہ ''الاعتصام'' کے تبادلے میں آتا تھا۔ معلوم نہیں جامعہ ملیہ (دہلی) کا یہ ترجمان بند ہوگیا یا جاری ہے۔

دارالحدیث رحمانیہ ۱۹۲۱ء میں دہلی کے دو مخیّر بھائیوں شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن نے جاری کیا تھا۔ یہ جماعت اہل حدیث کا بہت اچھا دارالعلوم تھا، جس میں اس دور کے مشہور اساتذہ طلبا کو تعلیم دیتے تھے۔ دارالحدیث رحمانیہ کے اہتمام میں ایک ماہانہ رسالہ ''محدث'' جاری کیا گیا تھا، جس میں اس دارالحدیث کے اساتذہ وطلبا کے مضامین شائع ہوتے تھے اور لوگ ان مضامین سے استفادہ کرتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند کی طرف سے کسی زمانے میں ماہنامہ ''القاسم'' شائع ہوتا تھا۔ پھر ماہنامہ ''تذکرہ'' جاری ہوا۔

یہ آزادیٔ برصغیر سے قبل کے چند رسائل واخبارات تھے، جو بعض تعلیمی اداروں کے زیرِ اہتمام معرضِ اشاعت میں آتے تھے۔ اس کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں۔ اب آزادیٔ برصغیر کے چند تعلیمی اداروں کے رسائل وجرائد کے نام ملاحظہ ہوں۔

⦿...... جامعہ سلفیہ بنارس (ہندوستان) کا ماہنامہ ''محدث'' خالص علمی رسالہ ہے، جو کئی سال سے باقاعدگی سے میرے پتے پر آرہا ہے اور میں اس کا قاری ہوں۔

⦿...... جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کا علمی وتحقیقی رسالہ ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' لائق مطالعہ رسالہ ہے۔

⦿...... ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا ترجمان ہے، جس کا یہ فقیر مدت سے قاری ہے۔

⦿...... جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ کا ترجمان ماہنامہ ''القاسم'' مولانا عبدالقیوم حقانی کی ادارت میں شائع ہورہا ہے۔

⦿......دارالعلوم غواڑی کا ''التراث'' سہ ماہی مجلّہ ہے۔

⦿...... جامعہ ابن تیمیہ کا سہ ماہی رسالہ ''نداء الجامعہ'' لاہور سے شائع کیا جاتا ہے۔

میں اس قسم کے رسائل کی تاریخ بیان کرنا نہیں چاہتا، بتانا صرف یہ ہے کہ مختلف مدارس کے ترجمان رسائل ومجلّات میں سے اسلام آباد کا ایک رسالہ ''مجلۃ الجامعۃ السّلفیۃ'' بھی ہے۔ اپنے انداز کا یہ خوب صورت مجلّہ ہے۔ جو طلبا اپنے تعلیمی اداروں کے رسائل میں مضامین لکھنے کے شائق ہیں، انھیں اردو کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ ان کی اردو زبان صاف ہو اور وہ خوب صورت اور متاثر کن انداز میں ابلاغ کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

ہم اپنے قارئین سے گزارش کریں گے کہ وہ ''مجلّہ الجامعۃ السّلفیۃ'' کے مضامین سے مستفید ہونے کی کوشش کریں۔



فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۷ء۱۷ غلام احمد قادیانی

غ۳۵ت تفسیر بے نظیر (فاتحہ)، ص:۱۴۴، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۷۱ء

۲۹۷ء۱۷ ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ت تفسیر آیت کریمہ، ص:۲۰۳، ادارہ السّلفیہ بمبئی۔س،ن

۲۹۷ء۱۷ محمد ابراہیم میر

م۹۰۸و واضح البیان فی تفسیر امّ القرآن، ص:۵۵۹، ادارہ ترجمان السنہ ایبک روڈ لاہور

۲۹۷ء۱۷ عبدالرشید حنیف

ح۸۲۵ی تفسیر سورہ یٰسین، ص:۵۳۴، مرکز علوم اسلامی جھنگ ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء۱۷ عبدالستار حامد

ح۲۴س سورہ التکاثر تفسیر وتعبیر، ص:۵۴، مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ لاہور ۱۹۹۷ء

۲۹۷ء۱۷ ابوالحسن علی ندوی

ح۴۴م معرکہ ایمان ومادیت (سورہ کہف)، ص:۱۳۵، ملک برادرز ناشران وتاجران کتب کارخانہ بازار لائل پور ۱۹۷۲ء

۲۹۷ء۱۷ سلمان منصور پوری

س۸۴ت الجمال والکمال (تفسیر سورہ یوسف)، المکتبہ الرحمانیہ لاہور ۱۹۶۲ء

۲۹۷ء۱۷ عبدالحمید سواتی

س۹۱۷م معالم العرفان فی دروس القرآن (سورہ ملک تا نوح)، شالامار ٹاؤن لاہور ۱۹۸۲ء

۲۹۷ء۱۷ حافظ عبدالاعلیٰ

ع۲۴۵ح حسن وجمال کا چاند (سورہ یوسف)، الممتاز پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۱ء

۲۹۷ء۱۷ شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ا۱۲۳ت تفسیر آیت کریمہ، ص:۲۰۳، مکتبہ ابن تیمیہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۱۷ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷م مسلمانوں کے فرائض دینی اور اسوۂ رسول (سورۃ الاحزاب، رکوع تیسرا)، ص:۹۶، مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی لاہور ۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۱۷ سرفراز خان صفدر

ص۱۷ذ ذخیرہ الجنان فی فہم القرآن، ص:۳۳۹، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۱۷ محمد عباس طور

ط۸۱ت تلخیص تفسیر بیضاوی، ص:۷۹، آزاد بک ڈپو لاہور ۱۹۸۹ء

۲۹۷ء۱۷ عبدالرشید حنیف

ع۳۶۵ت تفسیر سورۃ کوثر، ص:۲۰۰، ادارہ علوم اسلامی سمن آباد

۲۹۷ء۱۷ حافظ عبدالواحد علوی

ع۸۹۵ت تفسیر آیاتِ قرآنی، ص:۹۵، مصطفائی پریس ایبٹ آباد ۱۹۷۴ء

۲۹۷ء۱۷ مفتی محمد شفیع

ش۵۸س سورہ احزاب، ص:۱۷۶، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۹ء

۲۹۷ء۱۷ مولانا سرفراز صفدر

ص۸۱ذ ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (فاتحہ، بقرہ)، ص:۳۳۹، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ ۲۰۰۲ء

۲۹۷ء۱۷ سید احمد حسن

ا۲۷۵ت تفسیر سورۃ فاتحہ، ص:۲۵۲، صحیفہ اہل حدیث اٹلری میدان بنس روڈ کراچی ۱۳۷۳ھ

۱۷ء۲۹۷ سر سید احمد خان

س۹۵ت تفسیر القرآن وھو الھدیٰ والفرقان، مطبع: گلزار محمدی لاہور۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

م۹۰۷ت تعبیر الرحمٰن،ص:۲۴۰، ج:۳ (پارہ اوّل، دوم، سوم)، منیجر مسلمان کمپنی گوجرانوالہ۱۹۵۱ء

۱۷ء۲۹۷ امام ابن تیمیہ

ا۱۲۳ت تفسیر المعوذتین،ص:۱۳۲،مطبوعہ کریمی لاہور۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ امام ابن تیمیہ

ا۱۲۳ت تفسیر سورہ اخلاص،ص:۳۰۸، تاجران کتب کشمیر بازار لاہور۱۳۴۴ھ

۱۷ء۲۹۷ محمد ابراہیم

ا۱۹خ خدا کی پناہ سورہ فلق ناس کی تفسیر، اشاعت العلوم لکھنؤ ۱۳۵۴ھ

۱۷ء۲۹۷ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۹۷ر راہِ نجات (سورہ العصر)،ص:۳۴، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۱۹۷۳ء

۱۷ء۲۹۷ عبدالحمید سواتی

س۹۱۷م معالم العرفان فی دروس القرآن (عم پارہ)،ص:۵۹۲، شالامار ٹاؤن لاہور۱۴۰۴ھ

۱۷ء۲۹۷ آسان قرآن ترجمہ

ق۵ پارہ نمبر۲۱ تا۳۰،محلّہ شاہ حسین چراغ راولپنڈی۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری

ک۰۷ت تفہیمات تفسیر بیضاوی،ص:۳۴۰، مکتبہ کلیمیہ گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ۱۹۹۲ء

۱۷ء۲۹۷ پروفیسر حافظ محمد سعید

م۴۴۵ت تفسیر سورہ التوبہ،ص:۴۴۷،دارالاندلس لاہور۔س،ن

❀❀..........❀..........❀❀

جدید اسلوب ڈھل رہا ہے

شورش کاشمیری

نظامِ کہنہ بدل رہا ہے
جدید اسلوب ڈھل رہا ہے
جوان نسلیں تنی ہوئی ہیں
عجیب جذبہ مچل رہا ہے
محل سراؤں میں فر شاہی
خبر ملی ہے کہ جل رہا ہے
زمانہ خود فیصلہ کرے گا
کوئی کہاں تک سنبھل رہا ہے
مذاقِ انساں کی خیر یا رب
مزاجِ دوراں بدل رہا ہے
فسانۂ شب کا نرم لہجہ
زباں کے سانچے میں ڈھل رہا ہے
سنا تو یہ ہے مزاجِ یاراں
سنبھل گیا ہے سنبھل رہا ہے
نظام زر محنتِ بشر کو
تمام دنیا میں دَل رہا ہے
غزل کا لہجہ بہ قولِ دانش
قلم کی رو سے اچھل رہا ہے
مصنفوں کا خیالِ نازک
مرے قلم سے ابل رہا ہے
ادب کی لے میں زباں کے موتی
ضمیرِ شاعر اگل رہا ہے